حقیقت ملائکہ

ڈاکٹر قمر زمان

یہ کتاب آپ کی خدمت میں تحفتاً پیش کی جا رہی ہے۔
☆☆☆
سلسلہ دعوت قرآنی کی شائع کردہ کتب اب انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہیں۔
جہاں پر آپ ان کتب پر تبصرے اور سوالات بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

http://www.aastana.com

فہرست

صفحہ نمبر

-1	ابتدائیہ	3
-2	تصورات	5
-3	ملائکہ بطور افواج	11
-4	ملائکہ بطور گواہ	21
-5	ملائکہ کا کلام	24
-6	ملائکہ بطور رب	26
-7	ملائکہ بطور عبادالرحمٰن	30
-8	ملائکہ اوپر سے نہیں اترتے	34
-9	جبریل ؟	35
-10	عذاب الٰہی نازل کرنے والے	39
-11	جنات (جن)	41
-12	تکملہ	51

PUBLISHED BY:

سلسلہ دعوت قرآنی

پوسٹ بکس نمبر 11037 لاہور۔ پاکستان

Phone # +92 331 4851184

ابتدائیہ

جیسا کہ میں اپنے کتابچوں میں عرض کرتا رہا ہوں کہ مسلمانوں کے زیادہ تر عقائد کی بنیاد دیو مالائی قصوں پر مبنی ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ ہمارے اسلاف اور اکابرین کا زیادہ دھیان انہی قصوں کی طرف ہے جوکہ ہمیں یا تو رومن اور یونانی قصوں کہانیوں سے ملتا ہے یا انہی کا کچھ بہتر بیان بعد کے ان مذاہب میں بھی ملتا ہے جو کہ توحید کا دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں۔

رسالتماب کے جانے کے بعد انہی کہانیوں قصوں اور مذہبی روایات کا اثر ہمارے مفسرین پر ہوا جسکی وجہ سے وہ دین جو ایک عملی جدوجہد کا طریقہ کار تھا ،کہ انسانیت جس کے ذریعے اسکے حقوق دلائے جائیں ایک دفعہ پھر انہی بے بنیاد دیو مالائی قصے کہانیوں میں تبدیل ہو کر جمود کا شکار ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسانیت جو پہلے ہی بے عملی کا شکار تھی ایک دفعہ پھر اسی بے نتیجہ عقائد و رسومات میں چلی گئی جس کا انجام نتائج سے لاپرواہ اور عمل سے غافل مسلم قوم جسے اگر مردہ قوم کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ایسی قوم جو رسومات کو ہی سب کچھ سمجھتی ہے چند وضائف یا جملوں کی تکرار کو ہی نجات اورخوشحالی کا سبب جانتی ہے لیکن عملی لحاظ سے کسی اصلاحی کام کرنے کو تیار نہیں ہوتی۔ اس کا بہترین نمونہ مسلم قوم ہے جس کا عقل و شعور سے دور دور کا واسطہ نہیں۔ خود اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوئی ذلت اور محکومی کو بھی اللہ کی طرف منسوب کرکے تقدیر پر بھروسہ کرنے والی قوم بن کر رہ گئی ہے۔ ہر ظالم و جابر کے ظلم کو تقدیر کا لکھا سمجھ کر انتہائی پستی کی زندگی کو بھی اللہ کی مرضی سمجھتی ہے۔

ایسی سوئی ہوئی امت کو جگانے کے لئے ہی رسول آتے ہیں اور جتنے بھی

رسول آئے انہوں نے یہی کارنامے سر انجام دیئے لیکن ان کے جانے کے بعد ان کے کارنامے دیومالائی قصوں میں تبدیل کردیے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی عملی جدوجہد ایک ایسا قصہ بن گئی جو انہونی ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے نتائج بھی تاریخ کا ایک حصہ بن گئے لیکن آج ان نتائج کو حاصل کرنے کے لئے نہ تو ہمارے پاس آسمان سے کوئی رسول آئے گا اور نہ ہی خود ہم نے اس کے لئے کوشش کرنی ہے آج کی دنیا میں ایسا کوئی شخص نظر نہیں آتا جو اس طرح کے مافوق الفطرت دیومالائی معجزات کر دکھائے۔ تو پھر وہ نتائج کس طرح ظہور پذیر ہوسکتے ہیں؟

ایسے ہی عقائد میں سے ایک عقیدہ فرشتوں کا ہے۔ فرشتے بھی دیومالائی مخلوق کا حصہ ہوتے ہیں۔ ان کا انسانوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ایسی مخلوق جب اللہ بھیجتا ہے تو کام بنتے ہیں ورنہ ہم اللہ کی مرضی پر صبر و شکر کرتے ہیں۔

آیئے اگلے چند صفحات میں دیکھتے ہیں کہ "ملائکہ" کو قرآن نے کیا کہا ہے اور ہمارے تصورات کیا ہیں۔ لیکن آگے بڑھنے سے پہلے ایک گزارش ہے کہ ہر جگہ جہاں عنوان کے حوالے سے آیت کا حوالہ دیا جائے آپ کوشش کیجئے کہ اس کے سیاق وسباق سے مفہوم متعین کیجئے کیونکہ اس کتابچے میں کوشش یہی کی گئی ہے کہ آیات کے سیاق و سباق کے حوالے سے بات سمجھائی جائے۔

تصورات

آگے بڑھنے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں وہ تصورات پیش کرتا ہوں جو ہمارے اسلاف و اکابر اور عوام میں مقبول عام ہیں۔

۱۔ روائتی تصور جو ہمارے اسلاف، اکابر، علماء اور عوام میں صدیوں سے مقبول ہے۔

۲۔ سرسید احمد خان کا تصور جس کو علامہ غلام احمد پرویز نے آگے بڑھایا۔

روائتی تصور

روائتی تصور کے مطابق فرشتہ ایک مافوق الفطری مخلوق ہے جو آسمانوں میں رہتی ہے اور بوقت ضرورت انسانوں کی مدد کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ اور کفار کے خلاف عمل پیرا ہوتی ہے۔

کچھ کا خیال ہے کہ یہ انسانوں سے برتر مخلوق ہوتی ہے اور انکا کہنا ہے کہ اچھے انسان جو کہ ان کے مطابق مومن کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں جب اس دنیا سے انتقال کرتے ہیں تو فرشتوں کے ماتحت کام میں لگ جاتے ہیں۔ لیکن سوال اٹھتا ہے کہ اگر انسان کی ذات کے لئے ملائکہ کو حکم ہوا کہ سجدہ کریں اور یہ عظمت اس کو عطا کی گئی تو اس انسان سے کیا قصور ہوا کہ وہ ایمان سے بہراور ہونے کے باوجود ملائکہ کے نیچے کام میں لگا دیا گیا؟ مجھے آج تک جواب نہیں ملا۔ اگر کوئی صاحب جواب دے سکیں تو بڑی عنایت ہوگی۔

ملائکہ کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ یہ نوری مخلوق ہے اس لئے برتر ہے۔ مگر جب انسان کی تخلیق ہوئی تو ایک مٹی سے بنے آدم کے آگے سجدہ کرنے پر مجبور کر دی گئی۔

ملائکہ کا وجود انسان کی تخلیق سے پہلے تھا۔ اس لئے کہ جب انسان بنایا گیا تو ملائکہ نے اعتراض کیا تھا کہ ایسی مخلوق کیوں بنائی جائے جو خونریزی کریگی اور زمین میں فساد کا باعث ہوگی۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ ملائکہ ایسی مخلوق ہے جو انسان کی تخلیق سے پہلے موجود تھی۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ ملائکہ نوری ہیں لیکن تصور یہی ہے کہ وہ بوقت ضرورت انسان یا کسی دوسری شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ دلیل کے لئے ان فرشتوں کی مثال دی جاتی ہے جو سیدنا ابراہیم اور سیدہ مریم کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئے تھے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انکی ازواج نہیں ہوتیں اس لئے یہ پیدا بھی نہیں ہوتے اور نہ ہی شادی ہوتی ہے اور شائد اسی وجہ سے ان کو موت بھی نہیں آتی اگر کوئی علماء اس پر اعتراض رکھتے ہوں تو یقینی طور پر حق بجانب ہیں اس لئے کہ یہ عقیدہ میرے علم کی حد تک کہیں کسی عالم سے منسوب نہیں لیکن عوام میں مقبول ہے۔

یہ مافوق الفطرت مخلوق مافوق الفطری علم کے بھی ماہر ہوتے ہیں اسی لئے سیدنا سلیمان کے ایک اہل علم کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے سیدنا سلیمان کے جنوں میں سے ایک عفریت کے مقابلے میں دعویٰ (Challenge) کیا تھا کہ وہ ملکہ سبا کا تخت اس عرصہ دراز سے بھی پہلے لے آئے گا جس کا دعویٰ اس جن نے کیا تھا اور کیونکہ جن کا دعویٰ تھا کہ وہ پلک جھپکنے سے پہلے لے آئے گا اس لئے ظاہر ہوا کہ ان حضرت کے پاس ایک خاص علم تھا جبھی تو وہ پلک جھپکنے سے بھی پہلے ملکہ سباء کے تخت کو لاسکتے تھے۔ فرشتے انسان سے بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ ظاہر ہے جو ملکہ سباء کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہے وہ طاقت میں بھی کتنا زیادہ ہوگا بلکہ جنگ بدر اور جنگ احد میں تو انہون نے کمال ہی کر دیا تھا کہ پوری کی پوری فوج کو الٹ دیا۔

وہ پلک جھپکتے کہیں سے کہیں آ جا سکتے ہیں۔ اسی لئے ان کے پر ہوتے ہیں اور وہ اڑتے بھی ہیں۔ کیونکہ قرآن نے ان کے پروں کا ذکر سورۃ فاطر میں بھی کیا

ہے، اس لئے یہ عقیدہ بہت مقبول ہے۔

یہ تو تھے کچھ ان کے متعلق جسمانی علمی اور تخلیقی لحاظ سے انسان سے مختلف مخلوق ہونے کے عقائد۔ اب آیئے ان کی ذمہ داری کے لحاظ سے بھی کچھ رسمی عقائد پر بات ہو جائے۔

...... سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ ملائکہ ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔

...... اچھے لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

...... احکامات الٰہی کی بجا آوری پر معمور ہیں۔

...... نا فرمانوں کی ٹھکائی کرتے ہیں۔

...... جنگ میں مومنوں کی مدد کرتے ہیں۔

...... وہ معصیت یعنی اللہ کے احکامات کے خلاف سرکشی نہیں کرتے۔

آیئے اب کچھ اس فرشتہ کی بابت بھی بات ہو جائے جس کو عوام شیطان کہتے ہیں۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ بھی ملائکہ میں سے تھا اور اس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔

کچھ کا خیال ہے کہ شیطان الگ مخلوق ہے اور اس مخلوق کو جن کہتے ہیں کیونکہ ابلیس ایک زاہد اور عابد جن تھا اس لئے ملائکہ کے ساتھ لگا دیا گیا تھا لیکن جیسے ہی آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا اس نے سرکشی دکھائی اور شیطان کی صف میں چلا گیا۔

کیونکہ شیطانی مخلوق جنات میں سے ہے جس کے لئے کہا گیا کہ آگ سے پیدا کیا گیا اس لئے نہ صرف شیطان بلکہ جنات کا تخلیقی مادہ بھی آگ ہے۔

بہرحال خواہ وہ ملائکہ کی صف سے نکالا ہوا فرشتہ ہو یا جنوں کی صف کا ایک جن۔ اس سے متعلق لوگوں کے خیالات کچھ اچھے نہیں کیونکہ یہ ایسی مخلوق ہے جو ......

۱۔ احکامات الٰہی کا انکار کرتی ہے۔

۲۔ غلط تعلیم پھیلاتے ہیں ۔

۳۔ دل میں غلط وسوسے بھی ڈالتے ہیں۔

۴۔ کسی کو ڈرا کر غلط کام بھی کرواسکتے ہیں۔

۵۔ کسی خوبصورت عورت پر عاشق بھی ہو جاتے ہیں۔

۶۔ اپنی شکل بھی بدل لیتے ہیں۔ ان کی سب سے محبوب شکل سانپ ، چھپکلی اور بچھو ہیں لیکن کسی بھی شکل میں آسکتے ہیں۔

۷۔ ڈرانے کے لئے کسی بھی گھر میں بسیرا کر لیتے ہیں۔ اندھیری جگہیں ان کا پسندیدہ مقام ہیں۔

۸۔ دیواروں پر خون کے چھینٹے ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

۹۔ غذا میں سڑی گلی چیزیں اور ہڈیاں وغیرہ مرغوب ہیں۔

اگر آپ کو اعتراض ہو کہ یہ عقائد سب علماء یا سب عوام کے نہیں تو بہت خوشی کی بات ہے میں خود یہی کہتا ہوں کہ کسی ذی عقل و شعور کو ایسا ہی سوچنا چاہئے لیکن اگر آپ تحقیق کریں تو ہر بات کہیں نہ کہیں موجود پائیں گے بلکہ مزید کچھ اور باتیں بھی سننے کو مل جائینگی۔

یاد رکھئے مافوق الفطرت واقعات کبھی دن کی روشنی میں نہیں ہوتے اور نہ ہی کبھی دعویٰ کرکے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ باریش لوگوں کے نورانی چہرے کی طرف نہ دیکھئے اپنے بزرگوں کے تقدس کے پیچھے نہ جایئے آپ ہمیشہ ان کو کہانی قصوں میں پائیں گے۔

دوسرا تصور

دوسرا تصور سرسید احمد خان کا ہے جس کو علامہ پرویز نے آگے بڑھایا ہے۔ انہوں نے کائناتی قوتوں کو ملائکہ کا نام دیا ہے ان کا خیال ہے ملائکہ قوت کا نام ہے، قوانین فطرت کا نام ہے۔ آیئے علامہ پرویز کے خیالات انہی کی زبان میں پیش خدمت ہے۔

ملائکہ: بعض کے نزدیک اس لفظ کا مادہ (ا۔ل۔ک) ہے جس کے معنی پیغام

رسانی کے ہیں اور بعض کے نزدیک اس کا مادہ (م۔ل۔ک) ہے جس کے معنی قوت اور اقتدار کے ہیں۔ہم دوسرے خیال کے موئد ہیں کیونکہ قرآن کریم میں پیغام رسانی ملائکہ کا صرف ایک منصب بتایا گیا ہے۔ ان کے باقی فرائض ایسے ہیں جن کا تعلق قوت و اقتدار سے ہے۔

اللہ تعالیٰ سلسلہ کائنات کو اپنی پیدا کردہ قوتوں کی رو سے چلا رہا ہے ان قوتوں کو ملائکہ کہا گیا ہے انہیں خود کوئی اختیار و ارادہ حاصل نہیں۔ یہ خدا کے مقرر کردہ پروگرام کو اس کی مشیت کے مطابق تکمیل تک پہنچاتی ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن کا تعلق عالم امر سے ہے یعنی وہ عالم جہاں خدا کے تدبیری امور طے پاتے ہیں۔ ہم اس عالم کے متعلق صرف اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا قرآن نے بتا دیا ہے۔ اس لئے ہم ان ملائکہ کے متعلق بھی اس سے بیش کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں جتنا کچھ قرآن میں آیا ہے۔ ان میں سے جو قوتیں ہماری محسوس کائنات میں کار فرما ہیں انہیں ہماری زبان میں فطرت کی قوتیں کہا جاتا ہے یہ وہ قوتیں ہیں جن کا علم انسان حاصل کرسکتا ہے۔ (اس علم کو علم الاشیاء یا قوانین فطرت کا علم کہا جاتا ہے) اور اس علم کی رو سے انہیں مسخر کیا جاسکتا ہے۔ یہی وہ ملائکہ ہیں جو آدم (انسان) کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں یعنی انسان ان سے کام لے سکتا ہے ان میں سے بعض قوتیں خود انسان کے اندر کار فرما رہتیں ہیں۔ انہیں نفسیاتی قوتیں کہا جا سکتا ہے۔ یہ سب قوتیں غیر مرئی ہوتی ہیں۔ یعنی انہیں ہم دیکھ نہیں سکتے سمجھ سکتے اور محسوس کرسکتے ہیں۔

انسان کے دور جہالت میں فطرت کی ان قوتوں کو دیوی دیوتا سمجھ کر ان کی پرستش کی جاتی تھی قرآن کریم نے اس قسم کی توہم پرستی کو مٹایا اور ملائکہ کے صحیح مقام اور منصب سے انسان کو آگاہ کیا یعنی انہیں بتایا کہ جن قوتوں کو تم اپنا معبود تصور کر رہے ہو وہ (فطرت کی قوتیں) تمہارے سامنے سجدہ ریز ہوسکتی ہیں۔ آدم مسجود ملائکہ ہے ملائکہ مسجود آدم نہیں۔ ملائکہ کے صحیح مقام اور منصب کو سمجھ لینا ملائکہ پر ایمان لانا کہلائے گا۔ مومن وہی ہے جو ملائکہ کی اس حقیقت پر ایمان لاتا ہے۔

جو ملائکہ حضرات انبیاء کرام کی طرف خدا کا پیغام (وحی) لاتے تھے ان کی کنہ و حقیقت کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ان کا تعلق عالم امر سے تھا۔

ہمارے ہاں ''ملک'' (جمع ملائکہ) کا ترجمہ فرشتہ کیاجاتا ہے اور ملائکہ کو فرستادگان کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔ ملائکہ کے منصب میں پیغام رسانی کا پہلو مضمر ہے لیکن چونکہ یہ منصب ملائکہ کے فرائض میں سے صرف ایک فریضہ ہے اس لئے ملائکہ کا یہ تصور جامع نہیں۔ اگر ہمیں بھی کسی جگہ فرشتہ لکھنا پڑے تو اس لفظ کو پیغام رسان کے محدود معنوں میں نہ لیا جائے بلکہ ملکوتی یا کائناتی قوتوں کے وسیع معنوں میں لیا جائے۔''

بحوالہ تبویب القرآن جلد سوم

یہ تھا علامہ پرویز کا تصور جو تمام کا تمام علامہ صاحب کے چشم تصور پر مبنی ہے۔ جس کے لئے کوئی قرآنی دلیل فراہم نہیں کی گئی۔

ملائکہ بطور افواج

آیئے اب ہم ملائکہ کے متعلق قرآنی آیات سے معلومات حاصل کرتے ہیں۔ ملائکہ کے متعلق سب سے بنیادی بات تو سورۃ انفال کی آیت 12 میں بیان ہوئی ہے۔ جس سے ما قبل ایک جنگ کے متعلق مومنوں سے فرمایا گیا کہ تم کو ایک مقصد کی طرف بلایا جا رہا تھا جس کو مومنین کی ایک جماعت ناپسند کرتی تھی وہ حق کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے......

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین امنوا ط

جب تیرے رب نے ملائکہ کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو۔

رب کو ملائکہ سے یہ کہنے کی کیا ضروت تھی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں کیا ملائکہ کو بھی کوئی اندیشہ تھا؟ جس کی وجہ سے رب کو بھی کہنا پڑا کہ اے فرشتوں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تو ملائکہ وہی ہیں جن کا تصور ہمارے اسلاف و اکابر نے دیا ہے تو ان کو تو کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ ان کا تو آنا ہی کفار کے لئے عذاب کا باعث ہو جاتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ رب کا یہ اعلان کہ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دونگا اس بات کی دلیل ہے کہ ملائکہ کو بھی اطمینان دلا یا جارہا ہے کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں میں انکے دلوں میں یقیناً رعب ڈالونگا۔"سالقی فی قلوب الذین کفرو الرعب" یقیناً میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دونگا۔ "فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان" تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور انکی انگلیوں کے پوروں کو کاٹو۔

دیکھئے اگر تو ملائکہ کا عمومی مفہوم اور آیات کا روائتی ترجمہ لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ ملائکہ نے آکر جو خود کسی کو دکھائی نہیں دیتے، جو مافوق البشری ھیت اور

مافوق الفطری قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ دشمن فوج کے سپاہ کی گردنیں بھی اڑائیں اور انگلیاں بھی کاٹیں۔

لیکن عجیب بات ہے کہ جنگ کے دوران کفار کی گردنیں بھی اڑ رہی ہیں انکی انگلیاں بھی کٹ کٹ کر گر رہی ہیں۔ مارنے والے بھی نظر نہیں آ رہے اور پھر بھی کفار بے جگری سے لڑ رہے ہیں۔ اور ایسے مافوق البشری ملائکہ کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔ حالانکہ ایسی مافوق البشر مخلوق جو ایسی مافوق الفطری صلاحیت کی مالک ہو جس کو کسی ضرر کا بھی اندیشہ نہ ہو ،ان کو اتنی تعداد میں بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں ہونی چاہئے ایسی مخلوق کا صرف ایک ہی فرد پوری فوج کے لئے کافی ہوتا ہے۔

چشم تصور سے سوچئے کہ آج بھی آپ کی دشمن فوج کے اگر چند سپاہیوں کی گردنیں اس طرح سے اڑ جائیں کہ گردن اڑانے والا نظر نہ آئے اور فوجیوں کی انگلیاں بھی کٹ کر گر جائیں تو دشمن فوج کا کیا حال ہوگا۔ وہ تو الٹے پیر بھاگ کھڑے ہونگے۔ لیکن کفار کا حال یہ ہے کہ بڑی بے جگری سے لڑ رہے ہیں اور رب کو بھی چند لوگوں کے لئے ہزاروں ملائکہ بھیجنے پڑے اور انکی کامیابی کے لئے بھی کفار کے دلوں میں رعب ڈالنا پڑا۔ اس کے باوجود مومنوں کی ایک بڑی تعداد اس جنگ میں ماری گئی۔

اگر آپ یہاں ملائکہ کا تصور درست کر لیں تو کسی جگہ بھی آپ کو ملائکہ نہ تو مافوق البشر اور نہ ہی مافوق الفطرت مخلوق یا کائناتی قوت نظر آئیں گے۔

آیئے اب ہم ان آیات کا مزید وضاحت کے ساتھ یعنی آیت نمبر 9 سے مطالعہ کرتے ہیں۔

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکة مردفین o وما جعله الله الا بشری ولتطمئن به قلوبکم وما النصر الا من عند الله ان الله عزیز حکیم o

یاد رکھو وہ وقت جب تم اپنے رب کے حضور استغاثہ کر رہے تھے تو اس

نے جواب دیا کہ میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں ایک ہزار ملائکہ سے جو آگے پیچھے چلنے والے ہیں اور اللہ نے اس مدد کو تمہارے لئے خوشخبری اور باعث اطمینان بنایا۔ اور نصرت صرف اللہ کے اصولوں کے مطابق ہوتی ہے۔ یقیناً اللہ حکمت کے ساتھ غلبے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ایک ہزار ملائکہ سے مدد کی خوشخبری سنائی گئی ہے جبکہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 124 میں تین ہزار ملائکہ سے مدد کی خوشخبری ہے اور اسی سورۃ کی آیت نمبر 125 میں فرمایا گیا کہ اگر تم استقامت کا مظاہرہ کرو تو تمہارا رب تمہاری پانچ ہزار ملائکہ سے مدد فرمائے گا۔ ملاحظہ فرمایئے ارشاد باری تعالیٰ......

اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلاثۃ آلاف من الملائکہ منزلین ٥ بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملائکۃ مسومین ٥

جب تم مومنوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ کیا یہ کافی نہیں کہ پروردگار تین ہزار ملائکہ نازل کر کے تمہاری مدد کرے۔ ہاں اگر تم استقامت اختیار کرو اور اللہ کے احکامات کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاؤ اور کفار اچانک آ بھی جائیں تو پروردگار پانچ ہزار نشان والے ملائکہ سے تمہاری مدد کرے گا۔

ان آیات کے مطالعہ کے بعد اگر سوچا جائے تو ملائکہ کسی طرح بھی اس تصور پر پورے نہیں اترتے جو ہمارے مذہبی پیشوا نے رومن اور گریک مائتھولوجی سے مستعار لئے ہیں۔ ان آیات میں چند سو کفار کے لئے ہزاروں کی فوج ظفر موج آ رہی ہے۔ اور وہ بھی اقساط میں، پہلے ہزار بھیجی گئی جس کا ذکر سورۃ الانفال کی آیت نمبر 9 میں آیا ہے ۔ پھر سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 124 میں تین ہزار کی خوشخبری ہے کہ تمہارا رب تمہاری تین ہزار ملائکہ سے مدد کرے گا بلکہ اگر استقامت سے کام لیا تو پانچ ہزار ملائکہ مزید بھیجے گا۔

اول تو ملائکہ کی اتنی بڑی فوج کیوں بھیجی گئی؟ کفار کی جتنی بھی زیادہ تعداد ہو

انکے لئے دو چار ملائکہ ہی کافی ہونے چاہیئے تھے۔ دوسری بات کہ ملائکہ بھی ایک دم سے نہ بھیجے گئے بلکہ وقفے وقفے سے بھیجے گئے آخر کیا وجہ ہے؟ یہ تو ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے ایک فوج کی مدد کے لئے کوئی دوسری فوج اپنے فوجی بھیج رہی ہو کہ چلو ابھی ایک ہزار فوراً بھیج دو اور آگے تین ہزار کا مزید انتظام کرو اور اگر جنگ طول پکڑ گئی تو پھر پانچ ہزار کی نفری مزید بھیج دینگے۔ آیئے اب سورۃ انفال کی آیات 11 اور 12 سیاق و سباق کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں۔ آیت نمبر 5 میں ارشاد ربانی ہے......

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المؤمنین لکارھون o یجادلونک فی الحق بعدما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون o واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین o لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون o اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین o وما جعلہ اللہ الا بشری ولتطمئن بہ قلوبکم وما النصر الا من عند اللہ ان اللہ عزیز حکیم o

"جیسا کہ تم کو تمہارے رب نے تمہارے گھر سے نکالا حق کے ساتھ حالانکہ ایک گروہ مومنین کا ناپسند کرتا تھا۔ وہ حق کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے۔ باوجود اس بات کے کہ ان کو واضح ہو گیا تھا وہ ایسے ڈر رہے تھے جیسے موت کی طرف گھسیٹے جار ہے ہوں حالانکہ اللہ نے وعدہ کیا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارے لئے ہوگا اور تم اپنے لئے وہ چاہ رہے تھے جو شان و شوکت کے بغیر تھا اور اللہ کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے احکامات کے ذریعے حق کو برحق بنائے اور کفار کی جڑ کاٹ دی جائے تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرے خواہ یہ مجرموں کو کتنی ہی بری لگے۔ یاد رکھو وہ وقت جب تم اپنے رب کے حضور استغاثہ کر رہے تھے تو اس نے جواب

دیا کہ میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں ایک ہزار ملائکہ سے جو آگے پیچھے چلنے والے ہیں اور اللہ نے اس مدد کو تمہارے لئے خوشخبری اور باعث اطمینان بنایا۔ اور نصرت صرف اللہ کے اصولوں کے مطابق ہوتی ہے۔ یقیناً اللہ حکمت کے ساتھ غلبے والا ہے۔"

اس واقع کی یاد دہانی کروا کر ارشاد باری تعالیٰ ہے......

اذ یغشیکم النعاس امنة منه وینزل علیکم من السماء ماء لیطهر کم به ویذهب عنکم رجز الشیطان ولیربط علی قلوبکم ویثبت به الاقدام o اذ یوحی ربک الی الملائکة انی معکم فثبتوا الذین آمنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان o

جب کہ اس نے اپنے پاس سے تم کو تمہاری کمزوری پر امن کی حالت میں غلبہ دیا اور نازل کیا تم پر آسمان سے پانی تاکہ وہ اس کے ذریعے تمہاری تطہیر کرے اور دور کرے تم سے شیطان کی گندگی اور تمہارے دلوں کو مربوط کرے اور تمہیں ثابت قدم رکھے اور جب تیرے رب نے وحی کیا ملائکہ کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس اے ملائکہ تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو میں یقیناً کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا تو تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور انکی قوت پر ضرب لگاؤ۔

ان آیات میں "اذیغشیکم النعاس امنة منه" کا ترجمہ کیا گیا "جب کہ اس نے اپنے پاس سے تم کو تمہاری کمزوری پر امن کی حالت میں غلبہ دیا" جبکہ عام تراجم میں اس آیت کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ "جب کہ اونگھ نے تم کو ڈھانپا امن کی حالت میں"۔ آیئے آیت کے اس حصے "اذیغشیکم النعاس امنة منه" کی قواعد کے لحاظ سے تحلیل کرتے ہیں۔

اذ حرف بمعنی جب، یغشیکم میں "یغشی" فعل مضارع واحد مذکر غائب اِذ کے اثر سے معنی ماضی کے ہوں گے "کم" ضمیر مذکر جمع حاضر۔ ترجمہ ہوگا جب اس

نے ڈھانپا تم پر ۔ "النعاسَ اَمَنَۃ" النعاس مفعول اول اور امنۃ مفعول ثانی ۔ مفعول اول یعنی النعاس کو ڈھانپا اور مفعول ثانی امنۃ مفعول حال ہے یعنی ڈھانپنے کی کیفیت امن کی تھی۔ اس لئے ترجمہ ہوگا اللہ نے اپنے پاس سے انکی کمزوری کو حالت امن سے ڈھانپ دیا۔

دیکھئے امن کی حالت کبھی بھی نیند سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ بد امنی میں لوگوں کی راتوں کی نیند بھی اڑجاتی ہے اور اونگھ تو ہوتی ہی کچی پکی نیند اس لئے یہ کہنا کہ میدان جنگ میں پوری کی پوری فوج کو اونگھ آ گئی اور اس اونگھ کی وجہ سے تمام منومنین کو امن حاصل ہو گیا ایک لایعنی خیال ہے۔

"نعاس" کہتے ہیں کمی یا کمزوری اس کا مادہ 'ن ع س' ہے اسکے بنیادی معنی میں کم ہونا ہے اور اونگھ بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ نیند کی کمی کی وجہ سے انسان کو صرف اونگھ آتی ہے۔ اس لئے نعاس کے معنی ہیں کمزوری یا اونگھ یعنی مومنین کو جو کمی اور کمزوری اپنے آپ میں محسوس ہو رہی تھی اس پر ان کو حاوی کر دیا اور انکی حالت امن کی ہو گئی۔ وہ خوف جو مومنین کو اپنی کمزوری یا کمی کی وجہ سے لاحق تھا وہ دور ہوگیا۔ اور انہیں اطمینان و سکون حاصل ہو گیا۔ اس کے علاوہ "سکون کی نیند" ہمارے یہاں بھی بطور محاورہ مستعمل ہے جس کے معنی اطمینان اور سکون کے معروف ہیں یعنی جب انسان کو سکون ملتا ہے تو وہ چین کی نیند سوتا ہے حالانکہ وہ جاگ رہا ہوتا ہے اس لئے جب مومنین کو معلوم ہو گیا کہ ملائکہ کی مدد آ چکی ہے تو یہ ان کے لئے فتح کی ایک خوشخبری بھی تھی اور اطمینان بھی جسکی وجہ سے انکو سکون نصیب ہوا۔

آگے جو آیات آ رہی ہیں اسکی تفسیر و تشریح میں عجیب و غریب کہانی سنائی جاتی ہے۔ دیکھئے ارشاد باری تعالیٰ ہے......

وینزل علیکم من السماء ماء لیطھر کم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام o

کہ اس نے آسمان سے پانی اتارا تاکہ وہ اس کے ذریعے تمہاری تطہیر

کرے اور تم سے دور کرے شیطان کی گندگی ، اور وہ مربوط کرے تمہارے دلوں کو اور تمہیں ثابت قدم رکھے۔

اس میں "مآء من السماء" کو بارش کا پانی قرار دیا گیا ہے۔ لیکن پھر مصیبت میں پھنسے کہ بارش کے پانی سے کس طرح انسانوں کی تطہیر کی جائے تو سوچا کیوں نہ سب کے سب کو کسی ایسے طریقے سے گندہ کیا جائے جس کے لئے پانی کی ضرورت پڑتی ہے تو سب کو اس حالت سے گزار دیا جسے جنسی لحاظ سے احتلام کہا جاتا ہے۔ واہ واہ کیا خوب سوجھی اب گندگی بھی ہوگئی اور بارش کے پانی سے نہانا بھی ہوگیا اور اس طرح "رجز الشیطان" بھی واضح ہوگیا۔

لیکن ابھی قلوب کا مربوط ہونا باقی رہ گیا کیونکہ نیند آ گئی تھی اس کی وجہ سے دل بھی مربوط ہوگئے۔ لیکن ایک مشکل اور ہوگئی کہ جنگ میں قدم کیسے جمے رہیں تو مومنین کے ٹھکانے کو بارش کے پانی سے پکا کر دیا کہ وہ اونچی جگہ پر تھے اس لئے وہ جب چلتے تھے تو پھسلتے نہ تھے لیکن کفار نیچے سے آ رہے تھے اس لئے بارش کا پانی ان کی طرف بہہ کر چلا گیا جس سے کیچڑ ہوگئی اور وہ چلتے تھے تو پھسل جاتے تھے اور ان کے گھوڑے بھی گر گر پڑتے تھے۔

دیکھئے اگر مقصد سامنے نہ ہو تو کس کس طرح کی کہانیاں گھڑنی پڑتی ہیں اور انہیں مقدس شان نزول بنا کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ کوئی بے چارہ اگر عقل سے کام لے بھی تو شان نزول کی مار مار کر خاموش کرا دیا جائے۔

جس طرح پانی مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح احکامات الٰہی مردہ انسانوں کو زندہ کرتے ہیں جس کو قرآن ان الفاظ میں یاد کرتا ہے۔ سورۃ روم کی آیت نمبر 50 - 52 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے......

فانظر الی آثار رحمة الله کیف یحیی الارض بعد موتها ان ذلک لمحیی الموتی وهو علی کل شیء قدیر o

اللہ کی رحمت کے اثرات کو دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے

کے بعد زندہ کرتا ہے۔ بے شک وہ مردوں کو بھی زندہ کرتا ہے۔

اور آیت نمبر 52 میں ارشاد ہے۔

فانک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین

اے رسول تم ایسے مردہ کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی دعوت کے بہرے کو سنا سکتے ہو جو کہ منہ پھیر کر لوٹ جائے۔

یعنی وہ شخص جو سنتا ہی نہیں ہے وہ یا تو مردہ ہے یا بہرہ ہے اور منہ پھیر کر چلا جاتا ہے۔ آپ نے اس آیت کے متعلق بھی بہت بحث سنی ہوگی کہ مرا ہوا انسان سنتا ہے یا نہیں لیکن کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ آیت کا آخری حصہ اسی شخص کو مردہ یا بہرہ کہہ رہا ہے جو منہ پھیر کو لوٹ جاتا ہے۔ ہم نے تو آج تک کسی مردہ انسان کو منہ پھیر کر لوٹتے نہیں دیکھا۔

سورۃ فاطر کی آیت نمبر 9 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ......

واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقناہ الی بلد میت فاحیینا بہ الارض بعد موتھا کذلک النشور ○

وہ اللہ ہی ہے جس نے بھیجا ہواؤں کو کہ وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پس ہم نے ایک مردہ زمین کو سیراب کیا پس ہم نے اس زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا سو اسی طرح حیات آفرینی ہے۔

اللہ پاک نے بارش کے پانی کی مثال دے کر یہ سمجھا دیا کہ جس طرح ایک مردہ زمین کو بارش کا پانی سیراب کر کے زندہ کرتا ہے اسی طرح اللہ کی وحی مردہ انسانیت کو زندہ کرتی ہے۔

واپس نفس مضمون کی طرف آتے ہیں۔ زیر مطالعہ آیت میں بھی مـــــآء مـــن السمـــاء وحی الٰہی ہے جس کے ذریعے اللہ مومنوں کی تطہیر کرتا ہے ان سے شیطان کی گندگی دور کرتا ہے۔ ان کے قلوب مربوط کرتا ہے اور انہیں ثابت قدم رکھتا ہے۔

طہارت کسے کہتے ہیں ملاحظہ فرمایئے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 108 جس میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے......

لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه فیه رجال یحبون ان یتطهروا والله یحب المطهرین o

وہ مسجد جسکی بنیاد پہلے دن سے تقوی پر رکھی گئی ہو وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کے معاملے میں تم کھڑے ہو۔ کیونکہ اس کے معاملے میں ایسے مرد رجال ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ ان کی تطہیر کی جائے۔

دیکھئے اس آیت میں فرمایا کہ وہ مسجد جسکی بنیاد تقوی پر ہو زیادہ حق رکھتی ہے کہ اس میں یا اس کے معاملے میں کھڑا ہوا جائے۔ ایسی مسجد میں یا ایسی مسجد کے معاملے میں ایسے مرد میداں ہوتے ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ ان کی تطہیر کی جائے۔

اگر فیـہ کے معنی ''اس مسجد میں'' کریں تو کیا مسجد میں لوگ صفائی سیکھنے جاتے تھے جہاں غسل کی تعلیم دی جاتی تھی یا اپنے ذھن و کردار کا تزکیہ کرنے جاتے تھے؟ یقیناً اگر مقصود کو سامنے رکھا جائے تو واضح ہوگا کہ ذھن و کردار کا تزکیہ وحی الٰہی کا بنیادی مطلوب ہے جسکو تطہیر کہا گیا اس لئے مسجد میں کوئی پانی سے دھونے دھلانے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ وحی الٰہی کے ذریعے انسان کے ذھن و کردار کا تزکیہ کرنے کی بات ہو رہی ہے۔

دوسری بات اگر رجال کا ترجمہ مرد کیا جائے تو مسجد میں عورت کا داخلہ تو بند ہوگیا۔ یقینی بات ہے کہ مسجد میں عورت اور مرد یکساں طور پر داخل ہونگے اور دونوں ہی تطہیر کی خواہش رکھیں گے۔ اس لئے یاد رکھئے کہ قرآن نے رجال کا لفظ صرف مردوں کے لئے نہیں استعمال کیا ہے بلکہ مرد میدان، ہمت والے اول العظیم افراد کے لئے استعمال کیا ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں۔

اسی مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے آیئے اب سورۃ انفال کی ان آیات کو پھر سے دیکھتے ہیں۔ دیکھئے آیت نمبر11 کے شروع میں ارشاد ہوا کہ ہم نے تم کو تمہاری کمزوری پر غالب کیا حالت امن کے ساتھ اور تم کو بتا دیا کہ تمہارے لئے مدد آیا ہی

چاہتی ہے۔ اس خوشخبری کے ذریعے تمہارے ڈر و خوف سے تم کو نجات دی اور تمہاری کیفیت امن کی ہوگئی۔ تمہارے دل میں جو وسوسے تھے جسے **"رجز الشیطن"** سے تعبیر کیا گیا وہ دور کریں اور مومنوں کے دل مربوط ہوں اور جسکی وجہ سے تم ثابت قدم رہو۔

اسمیں نہ تو کوئی کہانی بنانے کی ضروت ہے اور نہ ہی دیومالائی یا معجزاتی بارش اور معجزاتی احتلام کی ضرورت ہے۔ بلکہ سیدھی سی بات ہے کہ مومنین کو خوشخبری دی گئی کہ وہ فوجی قوت جو مومنین کے علم میں بھی نہ تھی ان کی مدد کرنے کے لئے نکل چکی ہے اور اب فتح ان کے قدم چومے گی جس کی وجہ سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوا اور تمام اندیشوں کو بھول کر ان کے دل آپس میں مربوط ہوگئے اور سب مل کر ایسے ثابت قدم ہوئے کہ جس میں انہیں ناکامی کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ یہ فوج کوئی غیر مرئی نہ تھی بلکہ یہ وہ فوجی قوت تھی جو رسالتماب کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر لڑی تھی۔

ملائکہ بطور گواہ

دیکھئے بطور گواہ جب بھی کسی چیز کو پیش کیا جائے گا تو وہ چیز یقینی مشاہدہ میں ہونی چاہیئے یا نظر آنی چاہیئے۔ حتیٰ کہ اگر اللہ کی گواہی دی جائے گی تو یقیناً اللہ کا بھی کوئی قانون یا اصول سامنے رکھ کر بات ہوگی یا اگر اس کو بطور خالق گواہ بنایا جائے گا تو اسکی تخلیق کو پیش کر کے اس کے خالق ہونے کو ثابت کیا جائے گا۔

اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ اللہ گواہ ہے اور اپنا مطلب پورا کر لینا دھوکہ ہے اور آج کل ہمارے مذہبی اور سیاسی لیڈر صاحبان اللہ کی گواہی روزانہ دیتے پھرتے ہیں اور اپنی شخصیت کو اللہ کی گواہی کے ذریعے بھاری سے بھاری بناتے پھرتے ہیں۔

اسی طرح اگر ملائکہ کی گواہی دی جا رہی ہے تو یقیناً ملائکہ کی شخصیت سامنے آنی چاہیئے اور اگر ملائکہ غیر مرئی مخلوق ہیں تو ان کا کوئی کارنامہ یا کلام یا تخلیق سامنے آنی چاہیئے جس سے ان کے غیر مرئی وجود کو تقویت ملے۔

ہمیں قرآن میں ملائکہ کی گواہی تو ملتی ہے لیکن اگر کام کرتے ملتے ہیں تو مرئی انداز میں ملتے ہیں جیسے کہ انبیاء کی مدد کرتے ملتے ہیں۔ اور اگر کلام کرتے ہیں تو بھی انسانوں سے بات کرتے ملتے ہیں۔ سورۃ النساء میں ملائکہ انسانوں سے سوال جواب کرتے ہیں۔ سورۃ حم السجدہ میں انسانوں کو تسلی دیتے ہیں جو اس بات پر ڈٹ جاتے ہیں کہ ”ہمارا رب صرف اللہ ہے۔“

لیکن آج تک ہمارے اسلاف، اکابر اور علماء نے کبھی فرشتے سے ملاقات کا دعویٰ نہیں کیا۔ آخر کیا وجہ ہے ؟ اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کو رب نہیں کہا اس لئے ان کے پاس کبھی کوئی ملک آیا ہی نہیں۔ اور جب کبھی آیا بھی تو انہوں نے ملائکہ سمجھا ہی نہیں۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے......

شھد اللہ انہ لا الہ الاھو والملئکۃ واول العلم قائماًبالقسط لاالہ الاھوالعزیز الحکیم o

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے علاوہ کوئی الہ نہیں ہے اور یہی گواہی ملائکہ اور وہ اہل علم جو انصاف کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں دیتے ہیں کہ نہیں ہے الہ سوائے اسی کے جو غالب حکیم ہے۔

دیکھ لیجئے اللہ اپنی گواہی دے رہا ہے کہ کائنات میں کوئی خالق نہیں ہے سوائے اسی کے، یعنی اللہ اپنے الہ یعنی خالق ہونے کی گواہی اپنی تخلیق سے دے رہا ہے۔ جبکہ یہی گواہی ملائکہ اور اہل علم بھی دے رہے ہیں۔ جہاں تک تو اہل علم کا تعلق ہے ہم ان سے مل بھی سکتے ہیں۔ بحث مباحثہ بھی کر سکتے ہیں ان کی شہادت کو قبول بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن ملائکہ اگر غیر مرئی مخلوق ہیں تو ان کی گواہی حاصل کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ نہ تو ہم ان سے مل سکتے ہیں نہ ہی ان سے بحث مباحثہ کر سکتے ہیں۔ نہ ہی ان کی کوئی تخلیق موجود ہے جس کے ذریعے انکے مؤقف کی گواہی معلوم ہو سکے ان کا کلام بھی صرف سنی سنائی باتیں ہیں۔ لیکن اللہ کا ان کو بطور گواہ پیش کرنا معمولی بات نہیں کہ بس اللہ نے کہہ دیا خواہ اس کی حقیقت انسانوں کے ادراک سے باہر ہو۔ یہ بات ناممکن ہے کیونکہ خالق کائنات کی بات ہی تو اصل حقیقت ہے۔ اس نے جب ملائکہ کی گواہی دی ہے تو ہمارے ادراک میں اسکی حقیقت ہے۔ اس لئے ملائکہ قطعاً کوئی غیر مرئی مخلوق نہیں ہو سکتے وہ ہمارے ادراک میں ہیں اور اپنے افعال و اعمال سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ ملائکہ ہیں اور وہ اس بات پر گواہ ہیں کہ واقعی اللہ الہ واحد ہے یعنی صرف اور صرف الٰہی قوانین ہی وہ اکیلا قانون ہے جو تبدیل نہیں ہوتا اور اسی بات کی اہل علم بھی گواہی دیتے ہیں۔

ورنہ ایک غیر مرئی مخلوق کی گواہی جو نہ تو خود نظر آئے اور نہ ہی ان کی کوئی بھی کیفیت ہمارے ادراک میں ہو ایک بے معنی گواہی ہوگی۔ سوال اٹھے گا کہ کہاں ہیں وہ ملائکہ جن کو ہم بطور گواہ مل سکتے ہیں یا ان کی گواہی سن سکتے ہیں؟ یقینی طور پر

یہ وہ اولی العظیم انسان ہیں جو کہ ہر اچھائی کرنے والے کے ساتھ ہوتے ہیں اور برائی کے خلاف علم اٹھانے والے ہوتے ہیں۔ جو اپنے کردار و گفتار سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کا مقصود صرف اور صرف رب کے نظام کی حاکمیت ہے۔ یہ ہی وہ لوگ ہیں جن سے ہم مل سکتے ہیں اور جن کو ہم بطور گواہ کے پیش کرسکتے ہیں۔

ملائکہ کا کلام

ملائکہ باقائدہ انسانوں سے کلام کرتے ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت97 میں ملائکہ ان لوگوں سے جنہوں نے ہجرت نہیں کی باز پرس کر رہے ہیں کہ تم ایسی جگہ کیوں پڑے ہو جہاں محکوم ہو۔ ملاحظہ فرمایئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الذین توفاھم الملائکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولئک ماواھم جھنم وساء ت مصیرا o

یقیناً ملائکہ نے جب ان لوگوں کو پھر پور بدلا دیا جو اپنے لوگوں پر ظلم کرتے تھے اور پوچھا کس چیز میں تم پڑے رہے ، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور تھے تو ملائکہ نے ان سے پوچھا کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ پس یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کا ٹھکانہ جھنم ہے اور کتنا برا لوٹنا ہے۔“

اس جگہ بھی توفی کے معنی جسمانی موت دینے کے کئے جاتے ہیں جس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ انسان کی جسمانی موت کی بات ہو رہی ہے جس کے ذمہ دار بھی ملائکہ ہیں اور اس وقت جب انسان کی جان نکال رہے ہوتے ہیں تو ملائکہ کے سوال کے جواب میں یہ لوگ جواب بھی دے رہے ہوتے ہیں۔ دوسرا مقام جو ہم دیکھتے ہیں وہ ہے سورۃ حم السجدہ کی آیت نمبر 30 جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے......

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون o

جن لوگوں نے اعلان کیا کہ ہمارا پرور دگار اللہ ہے پھر وہ ڈٹ گئے ان پر

ملائکہ پیش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کوئی خوف نہ کرو اور نہ ہی غمگین ہو اور خوشخبری سناؤ اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

دیکھ لیجئے بڑے واضح الفاظ میں ملائکہ ان لوگوں کی تقویت کیلئے آتے ہیں جو اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا پالنہار صرف اللہ ہے اور وہ اس بات پر ڈٹ بھی جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کو جنت کی خوشخبری بھی ملتی ہے۔ یہ کوئی غیر مرئی کلام تو نہیں ہے۔

سورۃ النساء میں ملائکہ اگر ایسے لوگوں سے کلام کر رہے ہیں جن کو جہنم کی وعید سنائی گئی تو ان لوگوں کو جو اھل ایمان تھے جنت کی خوشخبری بھی دے رہے ہیں۔

دیکھئے ان آیات میں ملائکہ کس کے پاس آرہے ہیں؟ کس بات کی خوشخبری دے رہے ہیں کن لوگوں کے حیاۃ الدنیا اور حیاۃ الآخرہ میں دوست ہوتے ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کو تمام جہانوں کا مربی مانا۔ اس خالق کو مربی مانا جس نے تمام کائنات کو ایک عظیم نظم دیا۔ ایک ضابطہ حیات دیا ، ایک لائحہ عمل دیا۔ اور ان لوگوں نے اسی کے احکامات کی دعوت دی، اسی کے احکامات کے عبد بنے، اسی کے دیئے ہوئے اقدار کے بندے بنے۔ ظاہر ہے اس شخص سے بڑھ کر کس شخص کی بات خوبصورت ہوگی جو اللہ کے احکامات یعنی وحی الہٰی کی دعوت دیتا ہے اور اسی کے احکامات پر چلتا ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ ہی ملائکہ ہوتے ہیں، ان کی تائید بھی ملائکہ کرتے ہیں اور ان کے مددگار بھی ملائکہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ملائکہ کلام بھی کرتے ہیں اور آئندہ کی خوشخبری بھی سناتے ہیں۔

اب بتایئے یہ کون سے ملائکہ ہیں؟ کیا ہمارے اسلاف ، اکابر اور علماء میں ایک بھی ایسا نہیں گزرا جس کے پاس ملائکہ آئے ہوں؟

یقینی طور پر یہ وہی ملائکہ ہیں جو ہمارے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں ہماری مدد کرتے ہیں، ہمیں ڈھارس دیتے ہیں۔ یہ ہمارے دوست احباب اور عزیز و اقارب ہیں جو کہ ہمارے ہم نظریہ اور ہم نشین ہوتے ہیں۔

ملائکہ بطور رب

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 79 میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کو اللہ نے الکتب ، حکومت اور نبوت دی اور فرمایا کہ یہ ممکن نہیں کہ ایسے لوگ لوگوں کو اللہ کے احکامات کی بجائے اپنے احکامات کا غلام بنا لیں بلکہ ایسے جلیل القدر لوگوں کا قول تو یہ ہوتا ہے کہ لوگو رب والے بن جاؤ بسب اس کے کہ تم الکتب کی تعلیم اور تدریس کرتے ہو۔

دیکھئے ان آیات میں بڑی واضح بات ارشاد ہوئی کہ انبیاء نے کبھی بھی انسانوں کو اپنا غلام نہیں بنایا یعنی اپنے آپ کو کبھی بھی رب کے درجے پر فائز نہیں کیا۔ رب کے درجے پر فائز کرنے کا مطلب ہے فرعونیت ، جیسے فرعون نے کہا تھا انا ربکم الاعلی میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ میں ہی تم کو اپنے ملک میں جگہ دیتا ہوں میری ہی زمین میں سے تم اناج اگاتے ہو میرا ہی حکم ہر جگہ چلتا ہے۔ میں جس کو چاہوں عزت بخشوں اور جسے چاہوں ذلیل کروں۔

دیکھئے رب کے معنی ہوتے ہیں مربی ہونا کسی کا پالنہار ہونا ، کسی کی تربیت کرنا یعنی اصل مسئلہ یہ نہیں ہوتا کہ فرعون خالق کائنات کو بطور خالق نہیں مانتا ہے۔ بلکہ اصل فرعونیت یہ ہوتی ہے کہ فرعون نما اشخاص انسانوں کو ان کے حق سے محروم کر دیتے ہیں اور جو کچھ وہ دیتے ہیں احسان جتا کر دیتے ہیں۔ اگر پوری دنیا بھی خالق کی انکاری ہو جائے تو اس سے الہ کو کیا فرق پڑتا ہے وہ تو غنی ہے۔ لیکن اللہ کی ربوبیت کو نہ ماننے والے کروڑوں موجود ہیں۔ ہر شخص میں کچھ نہ کچھ فرعونیت موجود ہے کہیں نہ کہیں وہ دوسرے کے حق کو دباتا ہوا یہ سمجھتا ہے کہ یہ اسکا حق ہے اور جو کچھ وہ دے رہا ہے اصلاً وہ دوسرے کا حق نہیں بلکہ اس فرعون کی عنایت ہے۔ دوسرے کے

حق کو مارتے وقت وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ اسکو دے یا نہ دے۔ بس یہی وہ جگہ ہے جہاں انسان ربوبیت رب کا انکاری ہو تا ہے اور جہاں فرعونیت جنم لیتی ہے۔

اس لئے ایسے لوگ جو الکتاب یعنی وحی الٰہی سے عطا کردہ احکامات پر چلتے ہیں یا جن کو ایسے مواقع بھی حاصل ہوتے ہیں کہ وہ احکامات الٰہی کا نفاذ عمل میں لائیں یا جن کو نبوت عطا ہوتی ہے ، کبھی بھی ایسا رویہ نہیں رکھتے اور ایسے قوانین نہیں بناتے جس کے ذریعے دوسرے کی خون پسینے کی کمائی ہڑپ کر جائیں۔ اسی لئے انبیاء یہی کہتے ہیں "**لا اسلئکم علیه اجرا**" میں تم سے اس کا کوئی اجر تو طلب نہیں کر رہا۔ لیکن آپ دیکھئے ہمارے علماء حضرات لوگوں کی خون پسینے کی کمائی کس طرح ہڑپ کرتے ہیں۔ لوگوں کے پیسے پر باہر کے ممالک کی سیر کو جاتے ہیں۔ باہر جاکر انتہائی مہنگے ہوٹلوں میں قیام فرماتے ہیں اور سب سے بہترین ہسپتال میں علاج کراتے ہیں۔ سب سے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں اپنے بچوں کو تعلیم دلواتے ہیں۔ آخر یہ سب مال کہاں سے آتا ہے؟ اگر پوچھا جائے تو فرماتے ہیں ہمارے چاہنے والے زبردستی ہمارے لئے انتظام کرتے ہیں۔

یہی اپنے آپ کو رب بنا نا ہے جس کیلئے زیر مطالعہ آیت میں ارشاد فرمایا کہ......

ما کان لبشر ان یؤتیه الله الکتاب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون الله ولکن کونوا ربانین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون ○

یہ کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس کو الکتب اور حکم اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے احکامات کو پس پشت ڈالتے ہوئے میرے ارشادات کے غلام بن جاؤ۔ بلکہ ان کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ بسب اس کے کہ تم الکتب کی تعلیم اور تدریس کرتے ہو رب کے بندے

بنو۔

اب ہم اگلی آیت کی طرف آتے ہیں ......

ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون ‎o

یہ لوگ یہ حکم نہیں دیتے کہ تم ملائکہ اور نبیوں کو اپنا ارباب بنالو، کیا وہ تم کو تمہارے مسلم ہونے کے بعد کفر کا حکم دینگے۔

دیکھ لیجئے کہ اوپر کہا گیا کہ یہ کسی ایسے بشر کے لئے ممکن نہیں کہ جس کو کتاب، حکم اور نبوت ملے اور وہ پھر لوگوں کو حکم دے کہ میرے حکم کے غلام بنو اور نہ ہی وہ یہ کہے گا کہ ملائکہ اور نبیوں کے حکم کے غلام بنو بلکہ وہ تو یہ کہے گا کہ اپنے رب کے حکم کے تابع رہو۔

ان آیات میں چند باتیں تو واضح ہوگئیں کہ انبیاء بھی وہی احکامات دیتے ہیں جو وحی الٰہی کے ذریعے ان کو ملتے ہیں وہ اپنے احکامات کے تابع کسی کو نہیں کرتے یا دوسرے یہ کہ وہ جس تعلیم و تدریس کی بات کرتے ہیں وہ رب سے متعلق ربانی بننے کے لئے ہوتے ہیں جسکا مطلب ہے کہ تم خود رب نہ بن بیٹھو بلکہ اللہ کے احکامات کے ذریعے ہر انسان کو اس کا حق پہنچاؤ اور وہ کسی دوسرے کے لئے بھی نہیں کہیں گے کہ اس کو رب بناؤ خواہ وہ ملائکہ ہوں یا نبی یعنی اگر ملائکہ وہی ملائکہ ہیں اور غیر مرئی مخلوق ہیں تو ان کو رب کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ وہ تو کسی کو حکم دینے کی حیثیت میں ہی نہیں ہیں کہ ان کو رب بنالیا جائے۔ اور ان کے غلط احکامات پر انسانیت کے حقوق مار لئے جائیں۔ اور نہ ہی آج تک کسی انسان نے ان سے ملاقات یا ان کے احکامات پر چلنے کا دعوی کیا ہے۔ ظاہر ہے احکامات کسی مرئی مخلوق کے ہی ہوتے ہیں اور مرئی مخلوق جو اپنے احکامات پر چلانے پر قادر ہے وہ صرف انسان ہی ہیں۔

سورۃ سباء کی آیت نمبر 40 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے......

ویوم یحشرھم جمیعا ثم یقول للملائکۃ اھؤلاء ایاکم کانوا یعبدون ‎o

جس دن وہ تمام لوگوں کو جمع کرے گا اور پھر ملائکہ سے پوچھے گا کہ کیا یہی وہ لوگ تھے جو تمہاری محکومیت اختیار کئے ہوئے تھے۔

یعنی ایک دن جب دین الٰہی قائم ہوگا اور ملائکہ اور وہ لوگ جنہوں نے احکامات الٰہی سے اعراض کیا ہوگا پیش ہوں گے تو ملائکہ سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہاری محکومی اختیار کی تھی تو ملائکہ جواب دینگے ......

قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن اکثرھم بھم مؤمنون o

تیری شان ان سب خرافات سے پاک ہے تو ہی ہمارا ولی ہے ان کے بغیر، بلکہ یہ جنات کی محکومی میں لگے تھے اور انکی اکثریت ان کے ساتھ ہی مومن رہی۔

لیجئے ملائکہ نے بھی اپنی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور انسانوں کی محکومی کی ذمہ داری جنات پر ڈال دی یعنی ملائکہ سے جب پوچھا جائے گا کہ یہ تمہارے عبد بنے رہے تو جواب میں ملائکہ کہیں گے کہ نہیں یہ جنات کے محکوم رہے۔ دیکھئے ہمیں تو اس دنیا میں کسی جگہ جنات کی حکومت نظر نہیں آتی۔ آخر یہ جنات کون ہیں جو لوگوں کو محکوم بھی بنالیتے ہیں۔

ملائکہ بطور عباد الرحمٰن

سورۃ الزخرف کی آیت نمبر19 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے......

وجعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمن اناثا اشھدوا خلقھم ستکتب شھادتھم ویسئلون o

لوگوں نے ملائکہ کو جو کہ رحمان کے بندے ہیں کمزور سمجھا۔ کیا وہ ان کی تخلیق کے گواہ ہیں تاکہ ہم ان کی گواہی لکھ لیں اور وہ ضرور ذمہ دار ٹھرائے جائیں گے۔

اسمیں کفار کی ایک روش کا ذکر ہے کہ ملائکہ کو وہ ہمیشہ کمزور سمجھتے ہیں۔ عموماً ترجمے میں آپ اناثا کا ترجمہ بیٹی عورت وغیرہ دیکھیں گے۔ کیونکہ ' ا ن ث ' کے مادہ سے مونث بھی لفظ آ تا ہے جسکے معنی مذکر کی مخالف جنس مونث کے معنی ہوتے ہیں۔ اس لئے اناثا کے معنی بیٹی یا عورت کرتے ہیں لیکن سیاق و سباق اس جگہ اسکی اجازت نہیں دیتے۔ دوسری چیز غور کرنے کی یہ ہے کہ اگر ذہن میں ایک خیال پہلے سے موجود ہو اور اسکے تحت ترجمہ کیا جائے تو اہل زبان بھی غلط مفہوم کس طرح اخذ کرتے ہیں اسکی یہ بہتریں مثال بھی ہے۔ اس کے لئے ہمیں آیت نمبر 15 سے مطالعہ کرنا ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے......

وجعلوا لہ من عبادہ جزء ا ان الا نسان لکفور مبین o

اور انہوں نے اس کے لئے اس کے بندوں کے گروہ بنائے یقیناً انسان انتہائی کھلا انکار کرنے والا ہے۔

اس آیت میں صرف اتنا بتایا گیا کہ جو اللہ کے احکامات کا انکار کرتے ہیں وہ انسانیت کو طبقات میں بانٹ دیتے ہیں ان کو گروہوں میں بدل دیتے ہیں۔ جس کا

آ گے آیت نمبر 16 میں ذکر ہے......

ام اتخذ مما یخلق بنات و اصفاکم بالبنین o

کیا اللہ نے جو تخلیق کی اسمیں سے اپنے لئے بنات کو لے لیا اور تمہارے لئے بنین کو

یعنی کافر لوگ اللہ کے لئے بنات تجویز کرتے ہیں اور اپنے لئے بنین پسند کرتے ہیں۔ اور اس عقیدہ کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مفسرین نے بنات بیٹی اور بنین بیٹے سمجھا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بنات یہاں کمزور لوگ اور بنین قوم کے طاقتور لوگ مراد ہیں جس کی دلیل اگلی آیات میں آ جائے گی۔ آیت نمبر 18-17 ارشاد باری تعالیٰ ......

واذا بشر احدھم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجھه مسودا وھو کظیم o

اومن ینشوا فی الحلیة وھو فی الخصام غیر مبین o

حالانکہ جب ان میں کسی کو خوشخبری اس کی دی جاتی ہے جس کو رحمٰن کے لئے بطور مثل بیان کرتے ہیں تو ان کے چہرے کالے پڑ جاتے ہیں اور سینے بھنچ جاتے ہیں۔ خواہ وہ جو نشونما پائے زیورات میں اور بحث میں بھی واضح نہ ہو۔

یہاں انہی بنات کا ذکر ہے کہ اگر ان کفار میں سے کسی کو اس کی خوشخبری سنائی جائے جس کو انہوں نے خالق سے منسوب کر رکھا ہے تو خود ان کے چہرے فق ہو جاتے ہیں اور دل بھنچ جاتا ہے تو کیا وہ شخص جو زیورات میں نشونما پائے اور بحث میں بھی واضح نہ ہو وہ خالق کے لئے جائز ہے۔

اس ترجمے اور مفہوم میں ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے اور وہ یہ کہ بنات کے لئے ضمیر 'ھو' ہے جو واحد مذکر غائب کی ہے۔ ''ھو فی الخصام غیر مبین'' میں ضمیر 'ھو' کی لائی گئی ہے جو کہ مرد کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔'ھو' واحد مذکر غائب کی ضمیر ہے یہ بنات کے لئے نہیں آ سکتی اب اگر 'ھـــــو' کا مرجع اوپر کی آیات میں

دیکھیں تو بنات کے علاوہ کہیں نہیں ملتا جس کا مطلب ہوا کہ یا تو 'ھـــو' کی ضمیر غلط استعمال کی گئی ہے یا یہ کہ یہاں بنات لفظی لحاظ سے تو مونث ضرور ہے لیکن مفہوم کے لحاظ سے مذکر ہے۔ جیسے کہ ہماری زبان میں فوج مونث ہے لیکن اس میں موجود سپاہی مذکر ہے۔ اس لئے اس آیت میں بنات کا ترجمہ لفظی تو مونث ضرور ہے لیکن مفہوم کے لحاظ سے قوم کے وہ افراد مراد ہیں جو کمزور ہوں۔ اس کے علاوہ قرآن جو بنیادی الزام لگاتا ہے وہ اللہ کے ولد کا ہے نہ کہ اللہ کی بیٹی کا۔ جگہ جگہ قرآن میں یہ الزام موجود ہے کہ انہوں نے اللہ کے لئے بیٹا بنالیا ہے۔ کہیں بھی یہ الزام نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے لئے بیٹی بنائی ہے۔

اس لئے بنات کا مفہوم کمزور اور بنین کا مفہوم ابناء قوم رکھنا پڑے گا تاکہ ضمیر مذکر کا مرجع صحیح طور پر متعین ہو سکے۔ اب آپ دیکھئے کہ تمام مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ آیئے ایک مرتبہ پھر ضمیر کا مرجع متعین ہونے کے بعد ہم آیت نمبر 15 سے دوبارہ ترجمہ پیش کرتے ہیں......

"کیا اللہ نے اپنے لئے کمزور لوگ منتخب کئے اور تمہارے لئے ابناء قوم چنے جب کہ اگر ایسے کمزور لوگوں کو ان سے منسوب کیا جائے جن کو انہوں نے الرحمٰن کے لئے قرار دیا تو ان کے چہرے کالے پڑتے ہیں اور دل بھنچ جاتے ہیں۔ تو کیا وہ کمزور شخص جو نشونما پائے زیورات میں اور بحث میں بھی واضح نہ ہو خالق کے لئے ہو سکتا ہے۔"

یہاں لفظ حلیــہ آیا ہے جو کہ کمزور لوگوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے یہ لفظ بالکل اسی طرح استعمال ہوا ہے جس طرح اردو میں چوڑیاں اس مرد کو پہنائی جاتی ہیں جو مردوں والے کام نہیں کرتے بلکہ بزدلی اور کمزوری دکھاتے ہیں۔ اگر اس آیت کا اردو میں مفہوم بیان کرنا ہو تو یوں کہا جائے گا کہ وہ شخص جس نے چوڑیاں پہن رکھی ہوں اور مردوں کی طرح قول کا پکا بھی نہ ہو اللہ نے اپنے لئے چن لیا ہے۔

اس کے بعد اب ملائکہ کا ذکر آیا "وجعلو الملئکہ الذین ھم عباد الرحمن

اناثا" ان لوگوں نے ملائکہ کو جو کہ الرحمٰن کے بندے ہیں کمزور سمجھا۔

دیکھ لیجئے سیاق و سباق سے کسی طرح واضح ہو گیا کہ کفار اپنے آپ کو بہت طاقتور سمجھتے ہیں جبکہ وہ لوگ جو اللہ کے احکامات کے لئے جدوجہد کرتے ہیں انہیں کمزور اور حقیر جانتے ہیں اگر ان کفار کے حکم پر چلنے والوں کو کمزور کہا جائے تو ان کو غصہ آتا ہے۔ یہ نہیں سوچتے کہ کیا کمزوری اور حقارت اللہ کے لئے مخصوص ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے ملائکہ کو جو حقیقت میں الرحمٰن کے بندے ہیں انہیں کمزور سمجھ رکھا ہے۔ سورة الزخرف میں ہی آیت نمبر 60 میں ارشاد باری تعالیٰ ......

ولو نشاء لجعلنا منکم ملائکة فی الارض یخلفون o

اگر ہماری مشیت ہو تو ہم زمیں میں تم ہی میں سے ملائکہ بنائیں تا کہ وہ خلافت کریں۔

دیکھئے جب اللہ کے قانون مشیت کا تقاضہ ہوتا ہے تو انہی انسانوں میں سے ملائکہ بنائے جاتے ہیں کہ وہ اس سرزمیں میں خلافت کرتے ہیں۔

اب اس سے زیادہ کون سی دلیل قرآن سے پیش کی جائے کہ ثابت کیا جائے کہ انسان ہی ملائکہ ہوتے ہیں جب جب نظام قائم ہوتا ہے اور جو بھی اس نظام کے ذمہ دار افراد ہوتے ہیں وہی ملائکہ ہوتے ہیں۔

ملائکہ اوپر سے نہیں اترتے

دیکھئے ہم نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 95 میں دیکھ لیا کہ ایک غیر مرئی مخلوق یعنی پروں والے ملائکہ کی جن کا مطالبہ کفار کرتے ہیں قرآن نفی کر رہا ہے۔ ایک دفعہ پھر سورۃ الانعام کی آیت نمبر 8 تا 9 میں اسی اعتراض کا جواب دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے......

وقالوا لو لا انزل علیه ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لاینظرون o

ولو جعلنه ملکا لجعلنه رجلاً و لبسناعلیهم ما یلبسون o

انہوں نے کہا کہ کیوں اس پر ملک نہیں پیش کیا گیا ؟ اگر ہم ملک اتارتے پھر تو فیصلہ ہو جاتا اور انہیں کوئی مہلت نہ ملتی اور اگر ہم اسے ہی ملک بنا دیتے تو بھی مرد میداں ہی بناتے اور وہ اسی شک میں مبتلا رہتے جس شک میں وہ مبتلا ہیں۔

دیکھئے ایک مافوق الفطری مخلوق کے اوپر سے لانے کا مطالبہ رد کر دیا گیا۔ جس کا مطلب ہے کہ ہمارے عقیدے کا سب سے بڑا حصہ تو ختم ہو گیا۔ جواب میں یہ نہیں کہا گیا کہ جبریل تو میرے اوپر روز اترتے ہیں۔ بلکہ مطالبے پر یہ کہا گیا کہ اگر ہم اتاریں یعنی ابھی تک تو نہیں اتارا۔ اور اگر مافوق الفطری مخلوق اوپر سے اترے تو سب کا کام تمام ہو جائے پھر تو انسانی کوشش و محنت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اور اگر اس رسول کو ہی ملک بنادیں تو بھی یہ لوگ اسی شک میں مبتلا رہیں گے کیونکہ یہ تو بشر ہی کی شکل میں رہے گا۔ یہ مافوق الفطری اور مافوق البشری مخلوق تو ہو نہیں سکتا۔ اس آیت میں مافوق البشری فرشتہ اور رسول دونوں کی نفی ہے۔

جبریل

عمومی تصور

اس سے پہلے کہ جبریل کے متعلق قرآن سے معلوم کیا جائے کہ جبریل کو قرآن نے کیا حیثیت دی ہے اور اس کی ھیت کیا ہے ؟ یا ہم نے خود ہی ذہن میں ایک تصور قائم کر لیا ہے ؟ آیئے ہم جبریل کے متعلق جو عمومی تصور ہے دیکھ لیں۔

"یہ ایک مقرب فرشتہ کا نام ہے۔ جبریل کے تلفظ میں تیرہ لغات ہیں جن کی قرات کی گئی ہیں۔ لیکن اکثر شاذ ہیں۔ ابو حیان نے **البحرالمحیط** میں اور سمین نے اعراب القرآن میں ان کا ذکر کیا ہے۔" (بحوالہ لغات القرآن ...... رشید نعمانی)

علامہ المحتسب فرماتے ہیں " جبریل کے معنی عبداللہ بندہ خدا کے بتائے گئے ہیں۔ کیونکہ جبریل بمنزل رجل یعنی مرد کے ہے۔ جبریل کا کا دوسرا نام روح القدس بھی ہے اور سیدنا علی سے منقول روایت میں ہے " یہ فرشتوں میں ایسا فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منھ ہیں۔ ہر منھ میں ستر ہزار زبانیں ہیں۔ ہر زبان کی ستر ہزار بولیاں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا رہتا ہے۔ حق تعالی ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا کرتے ہیں جو قیامت تک فرشتوں کے ہمراہ اڑتا رہتا ہے۔" (بحوالہ لغات القرآن ...... رشید نعمانی)

مختصر یہ کہ اس کا تعلق پروں والی مافوق البشری اور مافوق الفطری مخلوق سے ہے جس کے بہت سارے پر ہیں ۔ وہ ہواؤں پر اڑتا پھرتا ہے۔ اس کے کاموں میں وحی پہنچانا سب سے اہم کام ہے ہر نبی یا رسول کو وحی پہنچانے کی ذمہ داری اسی فرشتہ کی تھی۔ دوسرے فرائض میں ہواؤں کا چلانا اور لشکروں کے فتح اور شکست کی ذمہ داری بھی اسی کی ہے۔ اس کے پاس ایک گھوڑا بھی ہے جس کا نام براق ہے اور اس کی

پیدائش آدم سے بھی پہلے کی ہے۔

یہ تو تھی جبریل کے متعلق مشہور عام باتیں آیئے اب دیکھتے ہیں کہ قرآن جبریل کے متعلق کیا کہتا ہے۔ قرآن میں جبریل کا ذکر دو مقامات پر ملتا ہے سورۃ البقرۃ کی آیات 97 اور 98 میں اور دوسرا مقام سورۃ التحریم کی آیت نمبر 4 میں آیئے سورۃ البقرہ کی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں......

قل من كان عدوا لجبريل فانه نزله على قلبك باذن الله مصدقا لما بين يديه وهدى وبشرى للمؤمنين ο من كان عدوا لله وملائكته ورسله وجبريل و ميكال فان الله عدوا للكافرين ο

جو کوئی بھی دشمن ہوا جبریل کا تو اللہ نے اس کو تیرے قلب پر اللہ کے احکامات کے ساتھ اتارا ہے تصدیق کرتا ہے جو اس کے سامنے ہے اور مومنیں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے پس جو کوئی بھی دشمن ہو اللہ کا اور ملائکہ کا اور اسکے رسولوں کا اور جبریل اور میکال کا تو اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

دیکھئے یہاں پر جبریل کے دشمنوں کا ذکر ہے۔ پورے قرآن میں جبریل کا ذکر صرف دو جگہ پر ہے ایک یہ مقام ہے اور دوسرا مقام ہے سورۃ تحریم کی آیت نمبر 4 جہاں پر رسالتماب کی پشت پناہی کے حوالے سے آیات آئی ہیں۔

اس جگہ قرآن نے مجرد جبریل کی دشمنی کا ذکر کیا ہے لیکن پورے قرآن میں جبریل کے دشمنوں کا ذکر نہیں ملتا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ کون لوگ ہیں جو جبریل کے دشمن ہیں اور دشمنی کس بات کی کر رہے ہیں دشمنی میں کیا نقصان پہنچا رہے ہیں کچھ پتہ نہیں چلتا آیئے اب ذرا ان آیات سے پہلے کی آیات دیکھتے ہیں۔ ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کا ذکر ہے جو احکامات الٰہی اور وحی الٰہی کے دشمن بنے بیٹھے ہیں آیت نمبر 40 سے آگے ایک ایسی قوم کی حرکتیں بار بار یاد کرائی جا رہی ہیں اور بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کے احکامات کے آگے معصیت نہ کرو تکبر سے کام نہ لو لیکن

ان کا حال یہ تھا کہ انہوں نے کسی ایک حکم کو بھی نہ مانا بلکہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر خود اپنے علماء اور مفتیان کے فتووں اور مذاہب پر عمل شروع کر دیا اور یہ دعوی کیا کہ یہ اللہ ہی کا فرمان ہے آج ہمارے لئے ہمارے اسلاف کے فتاوے اور علماء کے اجتہادات اسی کی ایک شکل ہیں اسلاف نے جو فتوی دیا وہ الٰہی مذہب بن گیا، علماء نے جو اجتہاد کیا وہ الٰہی فیصلہ پھر اللہ کا غضب نہیں نازل ہوگا تو کیا ہوگا۔ کہ خود اجتہاد کریں اور اللہ کی طرف منسوب کریں۔ یہ ہے وہ الٰہی احکامات کی دشمنی کا ذکر جو ہمیں متذکرہ آیت سے پہلے ملتا ہے لیکن کسی فرشتہ نما غیر مرئی مخلوق کی دشمنی کا ذکر نہیں ملتا آیئے اس دشمنی کو بھی حل کرتے ہیں "من کان عدوا لجبریل" جو کوئی بھی دشمن ہو وحی الٰہی کا "فانه" تو یقیناً اس نے (اللہ نے) "نزله" نازل کیا اس کو یعنی وحی الٰہی کو "علی قلبک" تیرے قلب پر "باذن الله" اللہ کے احکامات کے ساتھ "مصدق لما بین یده" جو مصدق ہے اس کا جو اس کے سامنے ہے "وھدی وبشری للمومنین" بطور ہدایات اور خوشخبری مومنون کے لئے۔ اگلی آیت جس میں ارشاد ہے......

من کان عدوا لله وملائکته ورسله وجبریل و میکال فان الله عدوا للکافرین o

پس جو بھی دشمن ہوا اللہ کے نظام کا، اس کے ملائکہ یعنی اس کے نظام کو نافذ کرنے والے ذمہ دار افراد کا، اس کے رسولوں کا (ان افراد کا جو اس نظام کو لوگوں تک پہنچانے کے ذمہ دار ہونگے یعنی امراء سلطنت)، اسکی وحی کا اور اس کا جو اس نظام کی وکالت کرے تو پس اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔

اس آیت میں ایک لفظ میکال مفعال کے وزن پر مادہ 'و ک ل' سے آیا ہے۔ اسی وزن پر مشعال ، مفتاح ، میزان وغیرہ ہیں جس کا مطلب ہے ایسی چیز جس کے ذریعے مادہ کے بنیادی معنی کا استعمال عمل میں آئے جیسے مشعال شعلہ روشن کرنے

کی چیز مفتاح کھولنے کی چیز میزان وزن کرنے کی چیز یعنی میکال کے معنی ہیں ایسی چیز جس کے ذریئے اس نظام کی وکالت یعنی ذمہ داری لی جائے اور وہ ہے اسلامی نظام جو وحی الٰہی کے تحت تمام معاملات کی وکالت کرے گا۔

ملائکہ اگر مافوق الفطرت ہیں تو ملائکہ کا دشمن کون ہو سکتا ہے ؟ ملائکہ کے لئے یہ انسانی مخلوق تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتی وہ تو اپنی ایک ہی زد میں کچل کر رکھ دیں ان کے دشمنوں کو سبق سکھانے کے لئے اللہ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت پڑ گئی کہ میں بھی ان کا دشمن ہوں جو ملائکہ کے دشمن ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ دشمن کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ باز آ جاؤ ورنہ اللہ خود تمہاری اس دشمنی کا بدلہ لے گا۔ اور یہ دشمنی پروں والے مافوق الفطرت فرشتوں کی نہیں بلکہ وحی الٰہی کی دشمنی تھی۔

ایک اور بات کہ آیت میں بڑے واضح الفاظ میں ملائکہ کی دشمنی کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جبریل اور میکال اگر ملائکہ میں سے ہیں تو الگ سے ان کے نام لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ تمام ملائکہ کی دشمنی اس بات کی متقاضی ہے کہ جبریل اور میکال اگر ملائکہ میں سے ہیں تو ان ملائکہ میں وہ بھی شامل ہیں۔ جبریل کو علیحدہ بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جبریل ملائکہ میں سے نہیں ہے اور نہ میکال ملائکہ میں سے ہے۔ ورنہ جبریل اور میکال کو بیان کرنے کے بعد قرآن ضرور واضح کرتا کہ یہ ملائکہ ہی ہیں۔

عذاب الٰہی نازل کرنے والے

عذاب الٰہی کے لانے والے اور فیصلہ کن نتیجہ تک پہنچانے والے ملائکہ ہی ہوتے ہیں سورۃ الفرقان کی آیات نمبر 23-21 پیش خدمت ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وقال الذین لا یرجون لقاء نا لولا انزل علینا الملائکة او نری ربنا لقد استکبروا فی انفسھم وعتوا عتوا کبیرا o یوم یرون الملائکة لا بشری یومئذ للمجرمین ویقولون حجرا محجورا o

اور ان لوگوں نے جو ہماری ملاقات کی خواہش نہیں رکھتے کہا کہ کیوں نہ اتارے گئے ہم پر ملائکہ یا ہم اپنے رب کو دیکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے لوگوں میں تکبر کیا اور خوب خوب سرکشی کی۔ لیکن جس دن یہ لوگ ملائکہ کو دیکھیں گے تو اس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی اور وہ کہیں گے ہٹو ہٹو الگ ہو۔

آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے......

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء مثورا o

اور ہم بڑھیں گے ان کے اعمال کی طرف جو انہوں نے کیئے پس بنائیں گے ان کے عمل کو غبار بے نتیجہ۔

ان آیات میں اللہ پاک نے ان لوگوں کی کیفیت بیان فرمائی ہے جو عذاب اور ھلاکت کا انکار کرتے ہیں۔ اور جب ان کو پیش آگاہ کیا جاتا ہے کہ اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ تمہاری ہلاکت یقینی ہے تو وہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اچھا تو پھر تم لوگوں پر ملائکہ کیوں نہیں اترتے یا تمہارا رب کیوں نہیں ہمارے سامنے آجاتا۔

اس طرح کے اعتراضات دوسرے مقامات پر بھی وارد ہوئے ہیں۔ ایسے

مقامات سے پہلے بنیادی طور پر مشرکین اور متکبرین کو ایک عذاب سے ڈرایا جاتا ہے کہ دیکھو فرعون کی ہلاکت اسی طرح ہوئی عاد و ثمود کی ہلاکت بھی تمہارے سامنے ہے۔ لوط کی قوم بھی برباد کر دی گئی نوح کی قوم بھی تباہ ہوئی اس لئے تم بھی وہی حرکتیں نہ کرو لیکن متکبرین اور مترفین کبھی ایسی باتوں سے نہیں بدلتے وہ تو یہی کہتے ہیں کہ اچھا تو جاؤ جو کرنا ہے وہ کرلو اور اپنے رب کی طرف سے جو ہلاکت و عذاب لانا ہے لے آؤ اس کے بعد جب عذاب و ہلاکت آتی ہے تو کہیں آسمان سے نہیں آتی بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے آتی ہے۔ دیکھئے سورۃ الانعام کی آیت نمبر 65میں ارشاد ہے ......

قل هو القادر على ان يبعث عليكم عذابا من فوقكم او من تحت ارجلكم او يلبسكم شيعا ويذيق بعضكم باس بعض انظر كيف نصرف الآيات لعلهم يفقهون o

کہو کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ عذاب کو تمہارے اوپر سے یا تمہارے نیچے سے مسلط کر دے یا تم کو ایک دوسرے کے لئے فرقہ فرقہ کر کے مشکوک بنادے اور تم کو ایک دوسرے کی دشمنی کا مزا چکھا دے تو غور کرو کس طرح ہم آیات بار بار سمجھاتے ہیں تاکہ وہ سمجھ سے کام لیں

ان آیات میں اس عذاب کے وقوع پذیر ہونے کے طریقے سمجھا دئے کہ اللہ کا عذاب یا تو اوپر سے آسکتا ہے یعنی جو قوم کے متکبرین اور مترفین ہیں وہ ظلم کرتے رہتے ہیں یا نیچے سے آتا ہے کہ وہ کمزور طبقہ جس پر ظلم روا رکھا جاتا ہے کسی وقت اٹھ کر اوپر والوں کا سر کچل دیتا ہے یا قوم میں ہی کئی کئی فرقے ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آخر کار ایک دوسرے سے لڑ کر ایک دوسرے کے لئے عذاب کا باعث بن جاتے ہیں۔

جنات (جن)

اس سے پہلے کہ ہم دیکھیں کہ قرآن میں جن کسے کہا گیا ہے، پہلے ان کے متعلق عمومی تصور کا جائزہ لیتے ہیں۔

عمومی تصور

یہ بھی ایک قسم کی مخلوق ہے اور ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ احکام شرعیہ کے مکلّف ہیں ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ بھی ہے اور یہ نیک و بد بھی ہوتے ہیں چونکہ یہ عام طور پر نظروں سے غائب رہتے ہیں اس لئے ان کو جن کہا جاتا ہے۔

''تمام ارباب مذاہب کے نزدیک جن کا وجود مسلم ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہ تین اقسام کے ہیں ایک قسم کے پر ہیں جو ہوا میں اڑتے ہیں دوسرے سانپ اور بچھو کی شکل اختیار کئے ہوئے ہیں اور تیسرے وہ ہیں جو کچھ عرصہ کے لئے کسی مقام پر بسیرا کرتے ہیں اور پھر چل دیتے ہیں۔''

(لغات القرآن ...... رشید نعمانی)

بعض جن عورتوں پر عاشق بھی ہو جاتے ہیں خاص طور پر اس عورت پر جسکے بال کھلے ہوں۔ لیکن حیرت ہے کہ ان کو صرف مشرقی عورت اور خاص طور پر مسلمان عورت ہی پسند آتی ہے۔ حالانکہ مغرب کی عورت تو بال کھلے ہی رکھتی ہے۔ عموماً ان کے متعلق کچھ اچھا تاثر نہیں لیا جاتا کیونکہ ان میں شیطانیت زیادہ ہوتی ہے۔ لوگوں کو پریشان کرنا پسند کرتے ہیں۔ زیادہ تر ویران گھروں میں بسیرکرتے ہیں۔ جن گھروں میں بسیرا کرتے ہیں وہاں دیواروں پر خون کے چھینٹے نظر آتے ہیں۔ گھروں میں چیزیں ادھر ادھر کر دیتے ہیں جن سے لوگ تنگ آ کر بھاگ اٹھتے ہیں۔ گندگی سے اپنی غذا

حاصل کرتے ہیں خاص طور پر ہڈیاں انکی مرغوب غذا ہے۔
یہ تو تھی جنات کی کچھ مشہور عام صفات۔ اب ہم دیکھتے ہیں جنات کے متعلق قرآن کیا کہتا ہے اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے سورۃ الحج کی آیت نمبر 75 دیکھیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ......

الله یصطفی من الملائکة رسلا ومن الناس ان الله سمیع بصیر o

اللہ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسول چنتا ہے

یہ ایک دوٹوک فیصلہ ، قانون اور اعلان ہے کہ اللہ اپنے رسول یا تو ملائکہ میں سے چنتا ہے یا انسانوں میں سے۔ پورے قرآن میں جنات میں سے رسولوں کے چناؤ کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے جنات میں سے رسول نہیں چنے گئے اس کا مطلب ہے کہ جنات کے رسول یا تو انسانوں میں سے ہونگے یا ملائکہ میں سے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر 130 میں کہا گیا ہے......

یا معشر الجن ولانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی وینذرونکم لقاء یومکم هذا قالوا شهدنا علی انفسنا وغرتهم الحیاة الدنیا وشهدوا علی انفسهم انهم کانوا کافرینo

اے جنوں اور انسانوں کے گروہو کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو میری آیات سمجھاتے سکھاتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کی ملاقات سے پیش آگاہ نہ کرتے تھے تو ان لوگوں نے قبول کیا اور کہا ہم اپنے پر خود گواہ ہیں لیکن ہمیں الحیاۃ الدنیاء نے دھوکے میں رکھا اور خود اپنے لوگوں پر گواہی دی کہ ہم واقعی کافر تھے۔

دیکھئے اس آیت میں جنات اور انسانوں کے گروہ سے سوال کیا جا رہا ہے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے۔ جس کے جواب میں کفار نہ صرف یہ قبول کرتے ہیں کہ ہاں انہیں میں سے رسول آئے تھے بلکہ وہ خود اس بات

کے گواہ ہیں اور اس آیت میں جو دوسرے سوال ہیں اس کے بھی جواب دیتے ہیں۔

جب ہم سورۃ الحج کو دیکھتے ہیں تو وہاں رسول صرف ملائکہ اور انسانوں میں ہی آتے ہوئے ملتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنات یا تو ملائکہ کی ایک قسم ہیں یا انسانوں کی کیونکہ رسول تو انہیں دو مخلوقات میں آتے ہیں۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ جنات ملائکہ ہیں یا انسان ؟

سورۃ بنی اسرائیل میں کفار کے کچھ اعتراض نقل کئے گئے ہیں۔ جس میں ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ رسول کے پاس کوئی ایسا مافوق البشری اور مافوق الفطری فرشتہ کیوں نہیں آتا جو ان کے تصور کے مطابق دیو مالائی قوتوں کا مالک ہو۔ جس کے جواب میں آیت نمبر 95 میں ارشاد ہوا ......

قل لو كان فى الارض ملائكة يمشون مطمئنين لنزلنا عليهم من السماء ملكا رسولا ٥

کہدو کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم لازماً آسمان سے ایک فرشتہ رسول اتارتے

یعنی جس طرح زمین پر انسان چل پھر رہے ہیں اگر اسی طرح مافوق البشری کوئی مخلوق اس زمین پر چل پھر رہی ہوتی تو لازما اسی طرح کا رسول زمین پر بھیجتے اس آیت سے دو نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ رسول خود اپنی جنس کے لئے ہی حجت بن سکتا ہے کیونکہ دوسری جنس کا رسول اس جیسی جسمانی اور نفسیاتی کیفیات کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے فطرت کے لحاظ سے رسول اور اس کے پیروکار ایک ہی جسمانی اور نفسیاتی ساخت کے ہونے چاہئے۔

۲۔ کوئی مافوق البشری مخلوق اس دنیا میں نہیں ہے جسکی وجہ سے کوئی مافوق البشری رسول اس زمین پر نہیں بھیجا گیا۔

اب ایک دفعہ پھر تمام نتائج کو یکجا کر کے دیکھتے ہیں کہ ہم کس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔

۱۔ جنات کے رسول جنوں میں سے آئے۔

۲۔ رسول صرف ملائکہ میں سے ہو سکتے ہیں یا انسانوں میں سے۔ اس لئے جنات یا تو ملائکہ ہیں یا انسان۔

۳۔ مافوق البشری ملائکہ اس دنیا میں نہیں رہتے اس لئے انکے رسول اس دنیا میں نہیں۔

۴۔ آخری نتیجہ یہ نکلا کہ اس دنیا میں صرف انسانی رسول ہی ہیں اور کیونکہ جنات اسی دنیا کی مخلوق ہے اس لئے انسانی رسول ہی جنات کے رسول ہیں اور وہ بھی انسان ہی ہیں البتہ ان میں ایک خاصیت ہے جسکی وجہ سے ان کو جن کہا گیا اور انسانوں سے الگ نام دیا گیا اور وہ ہے ان میں چھپے رہنے کی صلاحیت ۔

جن کا مادہ 'ج ن ن' ہے جس کے معنی چھپنے کے ہوتے ہیں اس مادہ سے بننے والے دیگر الفاظ میں بنیادی معنی ضرور موجود ہونگے مثلاً باغ کو جنت اس لئے کہتے ہیں کیونکہ درختوں سے زمین چھپ جاتی ہے۔ جنین اس بچے کو کہتے ہیں جو رحم مادر میں پل رہا ہوتا ہے اور انسانی آنکھ سے چھپا ہوتا ہے۔ مجنوں اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل جنون کی وجہ سے چھپ گئی ہو۔ جنہ اس ڈھال کو کہتے ہیں جو لڑائی میں انسان کو دشمن سے چھپا لیتا ہے۔

اس لئے جن وہ افراد ہیں جو کسی وجہ سے چھپے رہتے ہیں اب یہ لوگ برے بھی ہو سکتے ہیں اور اچھے بھی۔ بوجہ ان کے چھپے رہنے کے ان کے سپرد رسالت کا کام نہیں کیا جاتا۔ اس لئے ایسے اشخاص میں سے جو لوگوں میں گھل مل کر نہ رہیں رسول نہیں چنے جاتے لیکن کیونکہ وہ انسانوں میں سے ہی ہوتے ہیں اس لئے ان کے رسول بھی انسانوں میں سے ہی ہوتے ہیں۔ سورۃ الجن میں ان کا ذکر ہے کہ یہ لوگ رسالتماب کی تعلیمات سن رہے تھے اور ان تعلیمات کو سننے کے بعد انہوں نے اہل ایمان ہونے کا اعلان بھی کیا اور اپنے پرانے عقیدے پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اب قرآن سننے کے بعد ہم اہل ایمان ہوگئے اور اب اپنے رب کے ساتھ شرک نہ کریں

گے کیونکہ وہ عالی مرتبت ہے اور اس نے ہرگز کسی کے ساتھ بیوی یا بیٹے کو اختیار نہیں کیا۔ ہمارے نادان لوگ اللہ پر انتہائی غلط بات کہتے تھے حالانکہ ہمارا یہ گمان تھا کہ انسانوں اور جنوں میں سے اللہ پر کوئی جھوٹ نہیں گھڑے گا۔

دیکھ لیجئے یہ وہ لوگ تھے جو ایسی تعلیمات پر عمل پیرا تھے جن میں یہ عقیدہ عام ہے کہ اللہ نے ایک بیٹا اور بیوی اختیار کی ہوئی ہے ظاہر ہے یہ انسانی فرقہ ہے اور عیسائی عقائد کے ماننے والے تھے۔ بفرض محال اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ کوئی غیر مرئی مخلوق ہے تو پھر سوال اٹھے گا کہ اس کو انسانی عقائد اور ان کے مختلف فرقوں سے کیا واسطہ۔

اسی طرح سورۃ الاحقاف میں کچھ دوسرے جنات کے متعلق بیان ہوا ہے ہمارے مفسرین نے سورۃ الجن اور سورۃ الاحقاف میں مذکورہ جنات کو ایک ہی سمجھا ہے حالانکہ یہ دونوں الگ الگ گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

سورۃ الاحقاف کی آیات 29 تا 30 میں ایک دوسرے گروہ کے متعلق ذکر ہے کہ جب وہ لوگ رسالتماب کی طرف آئے اور انہوں نے قرآن سنا تو وہ بھی اپنی قوم کی طرف لوٹے اور لوگوں کو پیش آ گاہ کیا۔ لیکن جو انہوں نے بات کہی وہ مختلف تھی اور صاف بتا رہی ہے کہ یہ لوگ یہودی عقائد کے مالک تھے۔ انہوں نے اللہ کی بیوی یا بیٹے کی بات نہ کی بلکہ انہوں نے موسیٰ کی کتاب کی بات کی۔ آج بھی یہودی قوم سیدنا مسیح کی اناجیل پر یقین نہیں رکھتی۔ ملاحظہ فرمایئے کہ سورۃ الاحقاف کی ان آیات میں انجیل کی بات نہیں کی گئی۔ آپ خود دیکھ لیجئے کہ یہ لوگ کون تھے ارشاد باری تعالیٰ ہے......

واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی قومھم منذرین ٥ قالوا یا قومنا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسی مصدقا لما بین یدیہ یھدی الی الحق والی طریق مستقیم ٥

اور جب ہم نے تمہاری طرف ایک جنوں کے گروہ کو بھیجا جو قرآن کو سنتے تھے جب وہ وہاں پر پہنچے تو بولے خاموش رہو۔ جب فارغ ہوئے تو اپنی قوم کی طرف پیش آگاہ کرنے والے بن کر لوٹے اور کہا انہوں نے اے ہماری قوم ہم نے سنی ایک کتاب جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی جو تصدیق کرتی ہے اپنے آگے کی اور ہدایت دیتی ہے الحق کی اور ایک استقامت کے راستے کی۔

دیکھ لیجئے یہ کون لوگ تھے...... یہ یہودی عقائد کے لوگ تھے جو چھپ کر رسالتماب کی باتیں سننے آئے تھے اور جب انہوں نے قرآن سنا تو ان کی فطرت سلیمی نے اس بات پر مجبور کیا کہ وہ حق بات کو تسلیم کریں اس لئے وہ نہ صرف خود اہل ایمان ہوئے بلکہ اپنی قوم کو بھی جا کر مطلع کیا اور اپنی قوم سے کہا ......

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ وآمنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم o

اے ہماری قوم داعی کی دعوت قبول کرو اور اس کے ساتھ اہل ایمان ہو جاؤ وہ تمہارے گناہوں سے تمہیں محفوظ کرے گا اور دردناک عذاب سے بچائے گا۔

اب کیااس بات میں شک کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ جنات نے انسانوں کے رسول کو ہی اپنا رسول قبول کیا۔ انسانوں کی شریعت کو ہی اپنی شریعت مانا اور یقیناً وہ انسانوں کے ایک گروہ ہی ہیں جو خاموش چھپ کر کام کرتے رہتے ہیں۔

سیدنا سلیمان کے جن

آیئے سیدنا سلیمان کے قبضے میں جو جنات تھے ان کے متعلق بھی وضاحت ہو جائے کہ جن کو ہمارے لوگوں نے مافوق الفطری مخلوق بنایا ہوا ہے۔

سیدنا سلیمان سے متعلق جنات کا ذکر سورۃ النمل میں آیت نمبر17 اور آیت نمبر 39 میں آیا ہے۔ سورۃ السباء کی آیت نمبر 12 سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 82 اور

سورۃ ص آیت نمبر37 میں مذکور ہے۔ گو کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 102 میں بھی مذکور ہے لیکن اس کا حوالہ نہیں دیا جاتا۔ آیئے سورۃ ص کی آیت نمبر37 اور 38 کو ملاحظہ کرتے ہیں جہاں سے معلوم ہو جائیگا کہ سیدنا سلیمان کے جنات کی کیا حیثیت تھی؟ سورۃ ص میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ......

والشیاطین کل بناء و غواص o و آخرین مقرنین فی الاصفاد o

اور شیاطین میں معمار اور غوطہ خور یا نکتہ دان تھے اور دوسرے کچھ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔

یعنی سیدنا سلیمان کے پاس جو شیاطین کام کرتے تھے ان میں کچھ معمار تھے اور کچھ غوطہ خور یا گہرائی میں جاکر نئی نئی بات نکالنے والے تھے یہ تو تھے وہ جنات جن کی تعریف کی گئی لیکن کچھ ایسے نافرمان جنات بھی تھے جو بیڑیوں میں جکڑے جاتے تھے ظاہر ہے جو بیڑیوں میں جکڑے جاتے تھے وہ غیر مرئی تو نہیں ہو سکتے۔ وہ سانپ یا بچھو بن کر نہیں نکل سکتے وہ تو ایسی مخلوق تھی جسکو باندھا بھی جا سکتا تھا۔ انہی جنات کا ذکر سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 82 میں بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے......

ومن الشیاطین من یغوصون لہ ویعملون عملا دون ذلک و کنا لھم حافظین o

اور شیاطین میں سے جو اس کے لئے غوطہ خوری کرتے یا اہم نکتے نکالتے تھے اور اس کے علاوہ بھی کام کرتے اور ہم ان پر نگہبان تھے

ان آیات میں پہلے اچھے جنات کا ذکر کر کے نافرمانوں کے متعلق صرف اتنا فرمایا گیا کہ وہ اچھے اعمال کے علاوہ بھی عمل کرتے تھے اور ہم ان پر نگران تھے۔

ان آیات سے یہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کوئی مافوق الفطرت غیر مرئی مخلوق نہیں تھے بلکہ انسانوں کی طرح انکو بیڑیاں ڈال کر باندھا بھی جا تا تھا۔

آیئے سورۃ النمل کی آیت نمبر 39 دیکھتے ہیں اس آیت سے ماقبل ملکہ سباء سے متعلق آیات وارد ہوئیں ہیں اور سیدنا سلیمان اور ملکہ سبا کے درمیان جو مذاکرات

ہوئے ان کا ذکر ہے اس کے بعد جب انہوں نے فیصلہ کیا کہ ملکہ سبا کی قوم کو ان کی سرکشی کی سزا دینی ہے تو سیدنا سلیمان نے ملکہ کے ایلچی سے کہا "ارجع الیھم" اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ "فلنا تینھم بجنود" (میں لازما آرہا ہوں ان کے پاس لشکر کے ساتھ)۔ جب یہ فیصلہ ہو گیا کہ اب لشکر کشی ضروری ہوگئی ہے تو ایک جنوں کے عفریت نے عرض کی ......

قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین o

کہا جنوں کے ایک سردار نے کہ اس سے پہلے کہ آپ اپنے مقام سے کوچ کریں میں سباء کی سلطنت آپ کے پا س لاؤنگا اور یقیناً میں اس کے لئے نہ صرف قوت والا ہوں بلکہ امین بھی ہوں۔

یہاں پر ہمارے مفسرین نے ملکہ سباء کے عرش لانے کو اس کی حکومت اور سلطنت پر غلبہ کے بجائے حقیقتاً تخت اٹھا کر لانے پر محمول کیا جس کی وجہ سے وہ لوگ جو حکومت اور سلطنت کے ذمہ دار کارندے یا فوج کے انتہائی قابل سپہ سالار ہوتے ہیں انہیں ایک غیر مرئی مخلوق مان کر انسانی پہنچ سے دور کردیا۔

بہتر ہے یہاں پر اس اہل علم کے متعلق بھی بات ہوجائے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے اس جن کے چیلنج کو بھی رد کر کے کہا کہ میں اس سے بھی پہلے لا سکتا ہوں اور جس کے متعلق ہمارے انتہائی قابل احترام مفکرین و مدبرین قرآن بھی عجیب بات کر گئے۔ اس اہل علم سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے......

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک......

کہا اس شخص نے جس کے پاس الکتاب سے علم تھا کہ میں اس کا عرش یعنی حکومت سلطنت تمہارے پاس لاؤنگا اس سے پہلے کے تمہارا "طرف" تمہاری طرف لوٹے۔

دیکھئے طـــرف کہتے ہیں فوجی دستے کو جسکی مثال سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 127 میں مذکور ہے جہاں کفار کے ساتھ جنگ کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے ......

لیقطع طرفا من الذین کفروا

تا کہ کفار کی فوجی قوت کاٹ دی جائے یا ان ....

دیکھ لیجئے ان آیات میں طـــرف کو قطع کیا گیا ہے یعنی کفار کی فوجی قوت کاٹی گئی ہے تا کہ وہ ناکام و نامراد ہوں۔ سورۃ النمل میں بھی یہی لفظ "طـرف" استعمال ہوا ہے لیکن اس کا ترجمہ فوجی قوت یا طاقت کی بجائے آنکھ کا جھپکنا کر دیا جاتا ہے۔

بات بالکل واضح ہے کہ ایک فوجی سپہ سالار نے کہا کہ میں قوت و طاقت کے زور پر ملکہ سباء کی حکومت ختم کرسکتا ہوں اور اس سے پہلے کہ آپ اپنا فوجی ٹھکانہ بدلیں میں یہ کام کرلونگا۔ جس پر ایک اہل علم نے کہا کہ میں علم کی بنیاد پر ملکہ سباء کی حکومت سرنگوں کر لونگا اور س سے پہلے کہ فوج واپس آئے میں اسکا تخت یعنی حکومت آپ کو حاضر کردوں گا۔ آج کل اس علم کو Political dialogue کہا جاتا ہے۔

سورۃ سباء میں جنات کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے......

ومـن الـجـن مـن یعمل بین یدیه باذن ربه ومن یزغ منهم عن امرنا نذقه من عذاب السعیر o

اور جنات میں وہ بھی تھے جو اس کے سامنے اسکے رب کے احکامات کے مطابق عمل کرتے تھے اور انہیں میں سے ایسے بھی تھے جو ہمارے احکامات کی نافرمانی کرتے تھے تو ہم انکو آگ کا عذاب چکھاتے تھے۔

اس آیت میں اللہ پاک نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو احکامات الٰہی کے مطابق سیدنا سلیمان کی قوت و طاقت بنے جو احکامات الٰہی کے مطابق کام کرتے تھے اور انکی حکومت میں ایسے طاقتور لوگ بھی تھے جو سرکشی کرتے تھے اسلئے ان کو سزا ملتی تھی اور یہ وہی لوگ ہیں جنکا ذکر سورۃ النمل سورۃ ص اور سورۃ الانبیاء میں آچکا ہے۔

اس آیت سے ماقبل مترفین سے متعلق موضوع چل رہا ہے مترفین معاشرہ کے

وہ افراد ہوتے ہیں جو اپنے اثر و رسوخ اور پیسے کے ذریعے دوسروں پر دھونس دھاندلی کر کے دوسروں کے حق پر ڈاکہ مارتے ہیں۔ آیت نمبر31 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وقال الذین کفروا لن نؤمن بھذا القرآن ولا بالذی بین یدیه ولو تری اذ الظالمون موقوفون عند ربھم یرجع بعضھم الی بعض القول یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مؤمنین o قال الذین استکبروا للذین استضعفوا انحن صددناکم عن الھدی بعد اذ جائکم بل کنتم مجرمین o

کافروں نے کہا کہ ہم ہرگز اس قرآن کے ساتھ اہل ایمان نہ ہونگے اور نہ ہی اس کے ساتھ جو اس کی طاقت کے درمیان ہے۔ اگر کہ ظالم لوگ دیکھ سکیں اپنے آپ کو اپنے رب کے نزدیک کھڑا تو ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں اور کمزور لوگ متکبر لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے جس کے جواب میں متکبر لوگ ان ضعیف لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تمہارے پاس ہدایت کے آنے کے بعد تم کو روکا تھا ؟ بلکہ تم خود مجرم لوگ تھے

مزید تنقید کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ......

”وما ارسلنا فی قریة من نذیر الا قال مترفوھا انا بما ارسلتم به کفرون“

اور جب بھی ہم نے کسی قریہ میں کوئی پیش آگاہ کرنے بھیجا والا تو مترفین نے کہا کہ ہم اس کے انکاری ہیں جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو۔

قوم کے متکبرین اور مترفین نے ہمیشہ ان تعلیمات کا انکار کیا ہے جوکہ رسول لے کر آتے ہیں۔ انہی مترفین اور متکبرین کو زیر مطالعہ آیت نمبر 41 میں جنات کہا ہے۔ عوام کی اکثریت انہی متکبرین اور مترفین کے پیچھے چلنے کو انکا حکم ماننے کو اپنی سعادت اور خوشحالی کا باعث سمجھتی ہے۔

تکملہ

امید ہے ملائکہ اور جنات سے متعلق قرآن کی آیات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ ملائکہ کوئی غیر مرئی مخلوق نہیں بلکہ ہم جیسے ہی انسان ہیں۔ البتہ یہ انسانوں کا وہ طبقہ ہے جو معاشرہ کے انتہائی بااثر افراد ہوتے ہیں جن میں نظام کے نفاذ کے ذمہ دار لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح جنات بھی کوئی غیر مرئی مخلوق نہیں بلکہ ہم جیسے انسانوں کا وہ طبقہ ہے جو پس پردہ کام کرتے ہیں۔ ان میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔

اس دنیا میں نہ تو کوئی غیر مرئی مخلوق ہے اور نہ ہی کوئی غیر مرئی حادثہ یا واقعہ رونما ہوتا ہے۔ اگر یہ بات ذہن میں واضح ہو جائے تو توہم پرستی خود بخود ختم ہو جاتی ہے دھوکے باز، شعبدہ دکھانے والے اور کرامات کو حق ثابت کرنے والے سب غائب ہو جاتے ہیں۔